رشنلزم اور اسلام

اس کتاب میں وہ تمام اعتراضات درج کرکے جو آجکل نئی روشنی کے لوگ اسلام پر کرتے یا کر سکتے ہیں نئی روشنی کے مطابق ہی ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

مصنفہ

غازی محمود دھرم پال۔ بی۔ اے۔

حسب فرمائش

قاضی محمد رفیق صاحب پرنٹر و پبلشر

نجات مشین پریس بجنور میں چھپا

اور

نجات بک ایجنسی بجنور نے شائع کیا

۷۸۶

رشنلزم اور اسلام

تمہید

بعض مقامات پر مسلم اور غیر مسلم اصحاب کی طرف سے میرے متعلق یہ سوال اُٹھایا گیا
کہ اسلام کے برخلاف میں نے جو اعتراضات کیئے تھے۔ اُن کا جواب کیا ہونا چاہیئے
میں اِس سوال کا جواب مختصر الفاظ میں اپنی کئی کتابوں میں دے چکا ہوں مگر معلوم
ہوتا ہے کہ عوام الناس کیلیئے وہ کافی ثابت نہیں ہوا۔ اِس لیئے آج میں اِس رسالہ
میں قدرے مفصل جواب لکھنا چاہتا ہوں اُن اعتراضات کو نظر انداز کرتے ہوئے
جو "لازم" پر کیئے جاتے ہیں۔ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام پر کیا اعتراضات کیئے گئے تھے
اور کیئے جا سکتے ہیں۔ جن پانچ سوالوں کے جواب میں۔ اِس کتاب میں دینے لگا ہوں دراصل
وہ ایسے سوالات ہیں۔ کہ جملہ اعتراضات اِن میں سے کسی نہ کسی کی ذیل میں آجاتے ہیں
یہی وہ پانچ اعتراضات تھے۔ جو اکتوبر ۱۹۱۳ء میں میں نے اسلام کے متعلق پیش کیئے
تھے۔ یہی ... وہ سوالات تھے جن کے حل ہو جانے پر میرے لیئے اسلام کا دروازہ کھل
گیا میں نے اِن سوالات کو کیونکہ حل کیا۔ اِس کو میں مختصر الفاظ میں یہاں درج کروں گا۔
اِس کتاب کے دو حصے کیئے گئے۔ ایک کا نام رشنلزم ہے۔ جس میں اعتراضات
درج ہیں دوسرے کا نام اسلام ہے۔ جس میں اُن اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے
پہلا نقشہ ۱۹۱۳ء یعنی "حالت کفر" کا ہے دوسرا نقشہ ۱۹۱۷ء یعنی اسلام کی
شہادت ہے۔ مصنف۔

۷۸۶

حصہ اول

اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء

ریشنلزم

پہلی فصل

رسالت

دوستو!
آپ جانتے ہونگے کہ ویدوں کو الہامی یا خدا کا کلام ماننے والے مدت سے یہ شور مچاتے چلے آرہے تھے۔ کہ دنیا میں اگر کوئی الہامی کتاب ہو سکتی ہے۔ تو وہ صرف وید ہی ہے۔ اور کہ دنیا میں اگر کوئی خدائی مذہب ہو سکتا ہے۔ تو وہ ویدک دھرم ہی ہے۔ چنانچہ۔
اسی زعم میں وہ بڑے زور سے تمام مذہبی دنیا کو یہ چیلنج دیتے تھے کہ:-

نقارہ دھرم کا بجتا ہے۔ آئے۔ جس کا جی چاہے۔

صداقت وید اقدس آزمائے۔ جس کا جی چاہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ دیگر مذاہب کے عالموں یا مناظروں نے وید کی صداقت کو آزمانے کی بارہا کوشش کی۔ لیکن فریق ثانی نے اُن کو بجائے وید کی صداقت کے جانچنے کا موقع دینے کے الٹا اُن کی مذہبی کتب پر حملہ کر دینا ہی وید کی صداقت کا معیار سمجھ لیا۔ مثلاً اگر [illegible] مسیحی پادری نے وید [illegible] پر اعتراض کیا تو فریق ثانی نے

بجائے اُن اعتراضوں کا حقیقی جواب دینے کے بائبل پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اب پادری صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ وید کی تعلیم میں یہ نقص ہے وید والے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ بائبل کی تعلیم میں یہ نقص ہے دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ اور ویدوں کی صداقت کا پتہ نہ لگا۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان مولوی نے ویدوں پر اعتراض کیا تو بجائے اسکے کہ انکے اعتراض کا سیدھا جواب دیا جائے۔ فریق ثانی نے قرآن شریف پر ایک کی بجائے ایک درجن اعتراضات جڑ دیئے۔ اور اصلی معاملے کو کھٹائی میں ڈال دیا بحث بڑے زور شور سے ہو رہی ہے۔ مگر وید کی صداقت کا پتہ نہیں لگتا۔ کیونکہ مولوی صاحب کہہ رہے ہیں۔ کہ ویدوں کی تعلیم میں فلاں فلاں خرابی ہے۔ اس لئے وید خدا کا کلام نہیں ہے۔ لیکن دوسری طرف وید والا یہ کہتا ہے کہ چونکہ قرآن شریف کی تعلیم میں فلاں فلاں نقص ہے۔ اس لئے قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے۔ وہ دونوں تو آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ لیکن ایک حق و حقانیت کا متلاشی آدمی اس تمام بحث کو سُنکر سخت حیران ہوتا ہے کہ صداقت کس طرف ہے۔ اور اس کا کیونکر پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی مقصد کو مدِ نظر رکھکر کہ آیا وید خدا کا کلام ہو سکتے ہیں یا نہیں میں نے وید اور سوامی دیانند کا مضمون پبلک میں پیش کیا۔ اور میں نے واقعات کی بنا پر اسباب کو ثابت کر دیا۔ کہ ویدوں کو خدا کا کلام ماننا ایک غلطی ہے۔ اب جو لوگ ویدوں کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ اُن کا فرض تھا کہ وہ میرے مضمون کا کوئی تحقیقی جواب دیتے لیکن انہوں نے کوئی تحقیقی جواب دینے کے بجائے یہ ضروری سمجھا کہ مجھے پہلے مسلمان فرض کریں۔ اور پھر میرے ہاتھ میں قرآن شریف پکڑا کر الزامی جوابات کی بوچھاڑ شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے اپنے دوسرے پرچے بنام "تناسخ چکر اور سوامی دیانند" کی تمہید میں انکی اس حرکت کا صرف اسی قدر جواب دے دینا کافی سمجھا۔ کہ:۔

"ریشنلزم میں کسی خاص عقیدہ یا مذہب کی بلاوجہ یا بے جا طرفداری کرنا یا کسی عقیدہ یا مذہب کی بلاوجہ یا بے جا تردید کرنا نہ صرف کفر ہے بلکہ جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے مضمون کا ذکر کرتے ہوئے جن غلط لوگوں نے دیگر مذاہب پر حملے کئے ہیں۔ انہوں نے بڑی بھاری غلطی کی ہے ایک

رشنلسٹ کے سامنے یہ کہنا کہ اگر رام نے چوری کی ہے تو شام نے بھی
ڈاکہ مارا ہے۔ اس سبب سے رام بے گناہ ہے۔ اپنی پوزیشن کو بالکل مضحکہ
خیز بنانا ہے۔ کیونکہ رشنلسٹ اگر رام پر چوری کا فرد جرم لگائیگا۔ تو وہ
شام پر بھی ڈاکہ زنی کی دفعہ قائم کریگا۔ یہ اور بات ہے۔ کہ بعد از تحقیقات
رام یا شام میں سے کوئی بے گناہ ثابت ہو جائے۔ اور رہائی پا جائے
مگر رشنلسٹ کے پینل کوڈ یا تعزیرات کی دفعات سب پر یکساں حاوی ہونگی
"(ارتھا ٹنخ چکر اور سوامی دیانند صفحہ ۵)"

باوجود میرے اس جواب کے ویدوں کو خدا کا کلام ماننے والوں کی کوشش مجھے
مخاطب کرکے مسلمانوں کے مسلمات پر حملہ کرنے تک ہی محدود رہی۔ اور انہوں نے
اس بات کو چھونا تک بھی پسند نہ کیا۔ کہ آیا وید خدا کا کلام ہو سکتے ہیں یا نہیں بلکہ انہوں
نے اپنی تحریروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی وید خدا کا کلام ہوں یا نہ ہوں۔ مگر قرآن
شریف خدا کا کلام نہیں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا یہ جواب ایک رشنلسٹ
کے نزدیک کبھی بھی معقول ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مطلق نہیں۔ ویدوں کو خدا کا کلام ماننے
والوں کی مذکورہ بالا پوزیشن اس بات کی شاہد ہے کہ وہ ویدوں کو ایک رشنل طریقہ پر خدا
کا کلام ثابت کرنے سے قطعی قاصر ہیں اور کہ وہ ایک مسلمان کے ساتھ تو اس مسئلہ پر کامیابی
کے ساتھ بحث کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک رشنلسٹ کے مقابلہ پر آنے کی تاب نہیں لاسکتے
یہی وجہ ہے۔ کہ اپنی تحریروں میں وہ مجھے مسلمان لکھ رہے ہیں اور پھر مجھے مخاطب کرکے
وہ مسلمانوں کے اعتقادات۔ ان کی مذہبی کتب اور اُن کے مقدس انسانوں پر بھی حملے
کر رہے ہیں۔ جو کہ بعض صورتوں میں دل آزاری کی حد تک پہونچے ہوئے ہوتے ہیں
میری رائے کہ ایسے مجھے مسلمان فرض کرکے مسلمانوں پر میرے دیانتدار دوستوں کا اس
طرح حملہ آور ہونا نہ صرف ایک اخلاقی کمزوری ہے۔ بلکہ ایک قسم کی غلط بیانی کے ذریعے
لوگوں کو غلط فہمی کا شکار بنانے کی کوشش بھی ہے۔ دنیا کے کسی طبقہ میں جاہلوں کے دائرہ
میں غلط فہمی زیادہ دیر تک قائم رہ سکتی ہے مگر عالموں محققوں کے طبقہ میں اس قسم کی

کسی بھی غلط فہمی کی عمر زیادہ نہیں ہوا کرتی - اِس میں شک نہیں کہ میرے دیانندی دوستوں نے یہ مشہور کرکے کہ میں مسلمان ہو گیا - بہت سے دیانندی بھائیوں تک میرے قلم سے نکلی ہوئی حق و حقانیت کی روشنی کی رَو کو پہنچنے سے روک دیا - اور اُنکو ایک سچائی سے محفوظ ہونے سے نہ صرف محروم رکھا - بلکہ میرا نام لیکر مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر پر اندھا دُھند حملے کرکے انہوں نے اِس قسم کی مردم پرستی یا باطل پرستی کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے انسانوں کو یہ یقین دلانے کی - کوشش کی - کہ اِن کو میری تحریروں سے گھبرانا نہیں چاہئے - اِس لئے کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرکے اِن کی تحریروں کا بڑے شد و مد سے جواب دے رہے ہیں - مگر کیا یہ میری تحریروں کا جواب تھا ؟ ہرگز نہیں - میرے دیانندی دوستوں نے اپنے فرض کو صرف اسی قدر سمجھا تھا - کہ وہ میرے برخلاف غلط فہمی کا ایک طوفان برپا کر دیں - اِس سے زیادہ اِس کا کوئی مقصد نہیں تھا - مگر کیا اُن کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی یا ہو سکتی ہے ؟ واقعات شہادت دے رہے ہیں - کہ جن ویدوں کی فرضی حمایت کی آڑ میں انہوں نے اِس قدر اپنے ضمیر پر دباؤ ڈالا - ان ویدوں پر سے کثرت سے دیانندی بھائیوں کا ایمان بطور الہامی کتب کے اُڑ چکا ہے - اور باقیوں کا ڈھیلا ہوتا چلا جا رہا ہے - جو کہ اِس کی بات کی دلیل ہے - کہ میرے دیانندی بھائیوں نے مجھے مسلمان مشہور کرکے میرے بارے میں جو کچھ لکھا تھا وہ ایک ناجائز کوشش تھی - جو میری تحریروں کے اثر کو زائل کرنے کے قطعی ناقابل ثابت ہوئی

بھائیوں نے جو مجھے مسلمان مشہور کیا تھا یا کیا ہے - اِس سے اِن کی کیا غرض تھی یا کیا غرض ہے ؟ اب سوال یہ رہ جاتا ہے - کہ کیا میں درحقیقت مسلمان ہوں یا کیا مجھے مسلمان سمجھا جا سکتا ہے ؟ یہ دوسرا سوال ہے - جس کے جواب کا رُخ مسلمان کی طرف ہے - اِس میں شک نہیں کہ میرے بہت سے مسلمان دوستوں نے مجھ کو بارہا یہ استدعا کی ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں - کیونکہ جس صورت میں کہ میں نے جن ویدوں کی خاطر اسلام کو ترک کیا تھا - اب میں ان ویدوں کو بھی خدا کا کلام نہیں مانتا ہوں - تو مجھے از سرِ نو اسلام کو قبول کر لینا چاہئے - مگر کیا میرے نزدیک کسی شخص

کا مسلمان ہو جانا گناہ یا جرم ہے؟ ہرگز نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا میرے وہ مسلمان دوست جو مجھ سے مسلمان ہونے کی استدعا کرتے ہیں۔ مجھے مسلمان کر سکتے یا مجھے مسلمان سمجھ سکتے ہیں۔ اگر وہ مجھے مسلمان کرنے یا مسلمان سمجھنے کے لیئے تیار ہوں۔ تو اُن کو اسلام کے متعلق میرے خیالات کا مطالعہ کر لینا چاہیئے۔ اگر میرے اِن خیالات کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ اِس نتیجہ پر پہونچیں۔ کہ اسلام میں اِس قسم کے رشنلسٹ کے لیئے کوئی گنجائش ہے تو مجھے اُن کے ”ووٹ“ دینے سے کوئی عذر نہیں ہوگا میں نے ووٹ کا لفظ اس لیئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ آج کل ہندوستان میں مذہب کا سوال ایک رشنلسٹ کے نزدیک مردم شماری کی خانہ پری یا ووٹنگ سسٹم سے بڑھکر قیمت نہیں رکھتا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ آنے والے زمانہ میں رشنلزم مذہب کو مردم شماری کی انسانوں کا نکما شغل سمجھ کر عالموں اور محققوں کے لیئے مذہبی سوال کا کسی بہتر طریقہ پر فیصلہ کرنے کا راستہ صاف کر دے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک رشنلسٹ اپنے ووٹ کو بہت قیمتی خیال کرتا ہے۔ اس کو کسی مذہب کے حق میں ووٹ دینے میں عذر نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس کے ووٹ کی وہی قیمت ادا کی جاوے۔ جو کہ وہ لگاتا ہے رشنلسٹ کے ووٹ کی قیمت روپیہ۔ پیسہ یا دنیا کا کوئی لالچ نہیں ہے بلکہ رشنلزم ہی اس کی اصلی قیمت ہے۔ اگر اسلام کی گرہ میں یہ قیمت ہو۔ تو مجھے اسلام کے حق میں ووٹ دینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ مگر کیا اسلام یا مسلمان اتنی بڑی قیمت پر ایک رشنلسٹ کا ووٹ حاصل کرنے کے لیئے تیار ہیں اگر وہ تیار ہوں تو اُن کو بڑے غور سے ان صفحات کا مطالعہ کر کے ایک رشنلسٹ کو ہاں میں جواب دینا چاہیئے +۔

دوسری فصل

کیا ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد کو مسلمان کہا جا سکتا ہے

مذہبی دنیا میں ایک رشنلسٹ کی پوزیشن غیر مقلد کی پوزیشن ہوتی ہے کیونکہ

وہ اِس بات کا قائل نہیں ہوتا۔ کہ کسی بات کو بطورِ ایمان کے مان لینا ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ نہ وہی وہ کسی خاص کتاب یا کسی خاص شخص کی تعلیمات کے سامنے اِس لئے سر جھکانے کیواسطے تیار رہتا ہے۔ کیونکہ وہ خاص کتاب خدا کی کتاب ہے۔ یا وہ خاص شخص خدا کا رسول یا برگزیدہ ہے۔ جس پر ایمان لانا نجات حاصل کرنے۔ بہشت میں جانے یا کسی اسی قسم کے صلہ کی تحصیل کے لئے ضروری ہو۔ اگر کسی اِس قسم کی بات کو مان لینے سے جوکہ ایک رشنلسٹ کے نزدیک معقول نہ ہو۔ یا غلط ہو یا کسی قسم کا خاص انعام یا بہشت بھی ملتا ہو تو وہ اس بہشت میں جانے کی نسبت کسی ایسے جہنم میں جانا مناسب سمجھیگا جوکہ ایک صداقت کو تسلیم کرنے کی سزا میں اِس کو مل سکتا ہو۔ * رشنلزم کسی قسم کے اندھے ایمان کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ ایسے یقین کی طرف لیجاتا ہے جوکہ واقعات کی بنا پر حاصل ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غیر مقلد ہوتا ہے۔ ایک غیر مقلد کے نزدیک کوئی غلط بات محض اِس لئے قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بعض مقلدوں کے نزدیک اِن کی اپنی مانی ہوئی کسی خدا کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے نہ ہی کوئی بھی درست بات اِس لئے قابلِ ترک ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ کسی ایسی کتاب کی تعلیم ہے جوکہ مقلدوں کے نزدیک خدا کا کلام نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ غیر مقلد اِس قسم کی اندھی تقلید سے قطعی آزاد ہونے کے باعث کسی بات کی صداقت کو پہونچنے کے لئے خدا یا خدا کے فرستادوں کے سوال کو بالکل ایک طرف رکھ دیگا۔ اور اگر اس کی تحقیقات کا نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہ اس بات کو خدا کی طرف منسوب کرے۔ تو وہ بڑی خوشی سے اِس بات کو خدا کی بات تسلیم کرے گا۔ لیکن اگر اس کی تحقیقات کا نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے تو وہ کسی ایسی کتاب کو خدا کی طرف منسوب کرکے خدا کے نام کو بدنام کرنے سے پرہیز کرے گا اور اگر اس بات پر مجبور کیا جاوے گا۔ کہ وہ ضرور اس کتاب کو خدا کا کلام ہی مانے۔ تو وہ اس کتاب اور اس کتاب کے خدا دونوں کو ترک کر دیگا۔ کیونکہ رشنلسٹ کے نزدیک یہ بہتر ہے۔ کہ وہ معمولی اِنسانوں کی کتابوں کو جو معقول ہیں۔ اپنی زندگی کا رہبر بنا کر جہنم کا ٹکٹ خرید لے بہ نسبت اس کے کہ وہ خدا کی کتاب کو جو معقول نہیں ہے۔

اپنا رہبر بنا کر بہشت میں پہونچنے کی کوشش کرے - ایسی صورت میں وہ اپنے دل کے خانہ کو جو خدا کے لئے ہے - خدا سے بالکل خالی رکھنا زیادہ پسند کرے گا بہ نسبت اس کے کہ وہ ایک مرار - رشینل - گاڈ ....

کو اس میں جگہ دے کر خانہ پری کی کوشش کرے اس لئے کہ ایک رشینلسٹ کے نزدیک ثواب یا عذاب کی قیمت محض صفر ہے یہی وجہ ہے - کہ مذہبی معاملات میں اس کی پوزیشن ثواب یا عذاب کے خیال سے بالکل مبرا ہونے کی بنا پر قطعی غیر مقلدانہ ہے - اگر ایک غلط راستہ پر چل کر اس کو بہشت میں پہونچنے کی امید دلائی جاوے - تو وہ کبھی اس راستے پر نہیں چلیگا - اس کے برعکس اگر اس کو ایک صحیح راستے پر چلنے سے اس لئے منع کیا جاوے - کہ وہ راستہ جہنم کو جاتا ہے - تو وہ ایک غلط راستے پر چل کر بہشت میں جانے کی نسبت ایک صحیح راستے پر چل کر دوزخ میں پہونچ جانا اپنی بہت بڑی خوش قسمتی تصور کرے گا - جس صورت میں کہ ایک رشینلسٹ کی پوزیشن ایسی نڈر بے باک مگر اٹل ہو اس صورت میں کسی مقلدین کے گروہ کا یہ کہنا کہ وہ ویدوں کو اس لئے خدا کا کلام نہیں مانتا - اس لئے کہ وہ مسلمان یا مسیحی ہے - اپنے بیوقوفی کا ثبوت دینا ہے - رشینلسٹ کو کسی مذہب مثلاً ویدک دھرم - اسلام یا مسیحیت سے کسی قسم کی دشمنی نہیں ہے - مگر وہ ان مذاہب میں سے کسی کے مسلمات یا اعتقادات کو محض اس لئے تسلیم نہیں کرے گا - کیونکہ اس مذہب کے مقلدین کے نزدیک ان اعتقادات کو رکھکر ایک شخص بہشت یا نجات کا مستحق ہو جاتا ہے - بلکہ اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے - کہ ویدک دھرم رشینلزم کی تعلیم دیتا ہے - تو خواہ مسلمانوں یا مسیحوں کے نزدیک ویدک دھرم کو تسلیم کرنا جہنم کا ٹکٹ ہی خریدنا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو - وہ ضرور اسی پر چلیگا لیکن اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ ویدک دھرم رشینلزم کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ باٹل پرستی نجات کا ذریعہ سے مانی جاتی ہو - تو رشینلسٹ وہاں پر بڑے ادب کے ساتھ غیر مقلد ہو جائیگا - اور وہ اس باٹل پرستی کی تقلید کے ذریعے نجات حاصل کر کے دیوتاؤں میں شامل ہو جانیکی نسبت

معقول پسند انسانوں میں بہت زیادہ مناسب سمجھیگا اسی اصول کو مدنظر رکھکر میں نے بطور ایک رشنلسٹ کے "ویدک دھرم" کے مسلمات کے برخلاف اپنی متعدد تحریروں کے ذریعہ پروٹسٹ کرنا اپنا فرض تصور کیا تھا۔ جس کو کہ میں نے بالکل نیک نیتی اور سنجیدگی سے ادا کیا۔ اگر ویدک دھرم کے مقلدین کے نزدیک میری وہ تحریریں بے بنیاد تھیں۔ تو ان کا فرض تھا۔ کہ وہ براہ راست ان کی کمزوری کو ظاہر کرتے۔ نہ یہ کہ وہ مسلمانوں یا مسیحوں کے مسلمات پر حملہ کر کے یہ سمجھتے۔ کہ ایک رشنلسٹ کی تحریروں کا جواب ہو گیا۔ حالانکہ جواب دینے کا جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا۔ وہ ایک صریحاً نادانی کی علامت ہے۔ اس سے انہوں نے اس بات کی کُلی طور پر تصدیق کر دی کہ ایک رشنلسٹ کے مقابلہ پر کھڑا ہونے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ اور کہ "ویدک دھرم" رشنلزم کے مقابلہ پر ایک بوسیدہ قلعہ ہے جو رشنلزم کی گولہ باری کو برداشت نہیں کر سکتا۔ "ویدک دھرم" کے مقلدین نے ایک رشنلسٹ کی پوزیشن کو کمزور ظاہر کرنے کے لئے اس کو مسلمان فرض کر کے مسلمانوں کو گالیاں دینے میں ہی اپنے مذہب کی صداقت کا اظہار تصور کر لیا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تو بحث کر سکتے ہیں۔ مگر ایک رشنلسٹ کے ساتھ بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جس کا دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر اسلام یا کوئی دوسرا مذہب رشنلزم کے ہتھیاروں کے ساتھ "ویدک دھرم" کے مقابلہ پر آئے تو وہ "ویدک" اس کے مقابلہ میں بھی ایک بوسیدہ قلعہ ہی ثابت ہو گا۔ مگر کیا اسلام رشنلزم کے ہتھیاروں کو ویدوں کے مقلدین کے مقابلہ میں استعمال کر سکتا ہے؟ مجھے اس میں شک ہے۔ اس شک کو دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ اس سوال کا جواب دیا جائے۔ کہ آیا ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد کو مسلمان کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس سوال کا جواب دینے سے پیشتر یہ لازمی امر ہے۔ کہ ایک رشنلسٹ اس بات کا اظہار کرے۔ کہ وہ اسلام کے بنیادی اعتقادات کے بارے میں کیا پوزیشن رکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی پوزیشن کو واضح کرنے کی کوشش کروں۔ تا کہ مقلدوں کو اس بات کا فیصلہ کرنیکا

موقعہ مِل جائے۔ کہ آیا اس قسم کے خیالات والے غیر مقلد یا رشنلسٹ کو مسلمان کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بعض اصحاب شاید یہ خیال کریں کہ جب میں ایک دفعہ اسلام کے بارے میں اس قدر ضخیم کتابیں لکھ چکا ہوں۔ تو اب مجھے دوبارہ اپنے خیالات کے اظہار کی کیا ضرورت ہے۔ کیا میرے اِن خیالات میں اب کوئی تبدیلی آگئی ہے؟ بات تو معقول ہے؟ لیکن میں نے جس وقت اسلام کے بارے میں وہ کتابیں لکھی تھیں اس وقت میں مقلد تھا۔ کیونکہ میں ویدوں کو خدا کا کلام مانتا تھا۔ اور میں نے اپنی تصنیفات میں خدا کے کلام کو انسان کے کلام پر ترجیح دی تھی۔ لیکن اب جبکہ میں ویدوں کو بھی بطور الہامی کتب کے نہ مان کر قطعی غیر مقلد ہو چکا ہوں۔ تو کیا اسلام اور قرآن شریف کے بارے میں اب میرے قلم سے کوئی کلمہ خیر نکل سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نکل سکتا ہے تو کیوں؟ اور اگر نہیں نکل سکتا تو کیوں؟ یہ سوال ہے۔ جس کا جواب دینا میرے لیئے ضروری ہے۔ مجھے اس بات کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان کہلانے کے لئے علمار اسلام کے نزدیک سب سے ضروری شرط یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کا خواہش مند شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تصدق دل سے قائل ہو۔ اگر کوئی شخص صدق دل سے اس کلمہ کا قائل نہیں ہے۔ تو وہ خواہ کچھ ہی ہو۔ گر وہ مقلد یا دوسری الفاظ میں وہ مسلمانوں میں مسلمان نہیں کہلا سکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایک رشنلسٹ کے قریب اس کلمہ کی حقیقت اور قیمت کیا ہے۔ علمار اسلام کے نزدیک یہ کلمہ اسلام میں داخلہ کی فیس ہے۔ جو کہ یہ داخلہ نہیں دیتا۔ اس کا نام اسلام یا مسلمانوں کے رجسٹر میں نہیں لکھا جاسکتا۔ اگر ہم قرآن شریف کے صفحات میں اس کلمہ کی تلاش کرینگے۔ تو یہ کلمہ ہم کو یکجائی صورت میں کہیں بھی نہیں ملے گا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن شریف میں لا الٰہ الا اللہ تو جا بجا ملتا ہے مگر محمد رسول اللہ تمام قرآن شریف میں دو جگہ واضح طور پر دیکھنے میں آتا ہے ایک تو سیپارہ ۲۶ سورہ فتح میں۔ دوسرا سیپارہ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب میں۔ دونوں جگہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۞

(پ ۲۲ - احزاب)

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا کا فرستادہ ہے۔ اور آخری پیغمبر ہے۔ ۞"

محمد رسول اللہ۔ والذین معہ اشداء علے الکفار رحماء بینہم۔

(پ ۲۶ - فتح)

"خدا کا فرستادہ محمد اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں۔ کافروں کے حق میں سخت ہیں۔ (مگر) آپس میں بہت رحم دل ہیں ۞"

تمام قرآن میں مذکورہ بالا دو جگہوں کے سوائے اور کہیں بھی۔ "محمد رسول اللہ" نہیں آیا اور ان دونوں جگہوں میں بھی وہ لا الہ الا اللہ کے بغیر آیا ہے ان میں سے ایک جگہ محمد رسول اللہ سے اس بات کی توضیح کی گئی ہے۔ کہ محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس بات کی تشریح کی گئی ہے۔ کہ محمد اور اس کے ساتھی کافروں کے حق میں تو بہت سخت ہیں۔ مگر آپس میں بہت رحم دل ہیں۔ دونوں مقامات پر محمد رسول اللہ کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا کلمہ نہ وارد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا سالم کلمہ قرآن شریف میں کہیں بھی اس صورت میں نہیں ملتا جس صورت میں کہ وہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے نہ ہی قرآن شریف میں ہمیں کوئی اس قسم کی کوئی لازمی شرط ملتی ہے۔ کہ۔ جو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" نہیں کہتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جس حالت میں کہ یہ کلمہ ہی قرآن شریف میں اس شکل میں نہ ملتا ہو جس شکل میں کہ وہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ دوسری شرط کیونکر قرآن شریف سے مل سکتی ہے؟ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن شریف میں کلمہ شریف کی یہ حالت ہے۔ تو پھر از روئے قرآن شریف مسلمان بننے کے لئے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" دونوں میں سے کونسا جز لازمی قرار دینا چاہیئے۔ اس کا جواب پھر خود قرآن شریف سے کئے صفحات سے

ہی ملتا ہے۔ جبکہ وہ ہمارے سامنے اسلام کی وسعت کا ذکر کرتا ہے۔ اور ہمیں مسلمان بننے کے لیئے۔ لاالہ الااللہ کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کے جوڑنے کی ضرورت سے آزاد کر دیتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ ملتہ ابیکم ابراہیم ہو سمٰکم المسلمین:۔
(المومنون ۱۰ع) +

"تمہارے لیئے دین میں کوئی تنگی نہیں ہے (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔":۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کو اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لیئے "محمد رسول اللہ" کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کا زمانہ حضرت محمد کے زمانے سے بہت پہلے تھا۔ دوسری جگہ حضرت ابراہیم کی دعا ان الفاظ میں:-

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔
(البقر ۱۵ع)

"اے ہمارے خدا تو ہم کو اپنے لیئے مسلمان بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی تو اپنی مسلمان قوم پیدا کر۔"

اسی طرح تیسری جگہ حضرت ابراہیم کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے:۔

ما کان ابراہیم یہودیا۔ ولا نصرانیا ولاکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین
(ال عمران ۷ع) +

"ابراہیم نہ تو یہودی تھا۔ نہ نصرانی بلکہ وہ تو حنیف مسلمان تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔"

مذکورہ بالا آیتوں میں حضرت ابراہیم کا مذہب اسلام بتایا گیا ہے۔ اور ان کو مسلمان لکھا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت ابراہیم نے لاالہ الااللہ کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کا کلمہ بھی پڑھا تھا۔ جبکہ حضرت محمد کا اسوقت کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا؟ جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا۔ کہ جہاں تک محمد رسول اللہ

کی تقلید کا سوال ہے۔ حضرت ابراہیم ایک غیر مقلد تھا۔ اور کہ اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لئے۔ محمد رسول اللہ، کہنا کوئی لازمی یا ضروری شرط نہیں ہے۔ اسی طرح قران شریف میں حضرت موسےٰ اپنی قوم کو اسلام طرف دعوت دیتا اور ان کو مسلمان بننے کی بدین الفاظ تاکید کرتا ہے:-

وقال موسےٰ یٰقوم ان کنتم انتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین :-
(یونس ۹ع)

"اور موسےٰ نے کہا۔ اے قوم اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ تو اسی پر بھروسا کرو۔ اگر تم مسلمان ہو:"

اور پھر جب حضرت موسےٰ پر ایمان لانے والے بعض جادوگروں کو فرعون نے مارنا شروع کیا۔ تو انہوں نے یہ دعا کی:-

ربنا افرغ علینا صبراً و توفنا مسلمین۔ (اعراف ۱۴ع:)

"اے خدا تو ہمکو صبر کی توفیق زیادہ سے زیادہ دے۔ اور تو ہم کو مسلمانوں کی حالت میں مار:"

حضرت موسےٰ اور اس کی قوم کا زمانہ حضرت محمدؐ کے زمانہ سے بہت پیشتر تھا مگر حضرت موسیٰ اور اس کی قوم نے اسلام کی منادی کی۔ کیا اس منادی کیساتھ "محمد رسول اللہ" کی شرط موجود تھی؟ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:-

فان تولیتم۔ فما سألتکم من اجر۔ ان اجری الا علے اللہ و اُمرت ان اکون من المسلمین (یونس ۸ع)

(اے میری قوم) اگر تم منہ پھیر لوگے۔ تو میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا ہوں۔ میری خدمات کا صلہ خدا کے پاس ہے۔ اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں مسلمانوں۔ (فرمانبرداروں) میں سے ہوں:

ظاہر ہے۔ کہ حضرت نوح جو کہ حضرت محمدؐ سے بہت صدیاں پہلے گزرے

ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے) کیا اِن کے اسلام کے دروازے پر۔ "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا؟ جواب ملتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے بارے میں قرآن شریف ہمیں بتاتا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ اور انہوں نے اسلام کی منادی کی۔ چنانچہ ملکہ سبا کے نام جو انہوں نے پیغام بھیجا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

الا تعلوا علی واتونی مسلمین (نحل ۱۷ع) +

"میرے سامنے سرکشی مت کرو۔ اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلے آؤ" +

کیا حضرت سلیمان کا اسلام کی منادی کرنا محمد رسول اللہ کی شرط کیساتھ تھا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت لوط کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ چنانچہ خدا کے فرستادوں نے حضرت لوط کے متعلق حضرت ابراہیم کو کہا

فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین (الذاریات ۱۲ع) +

"ہم نے اس بستی میں حضرت لوط کے گھر کے سوائے کوئی دوسرا گھر مسلمانوں کا نہ پایا +"

کیا حضرت لوط "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھکر مسلمان ہوئے تھے۔ جواب ملتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ کہ اے میرے بیٹو

فلا تموتن الا وانتم مسلمین۔ (پ۱ ۹ع) +

"مت مرو۔ مگر اس صورت میں کہ تم مسلمان ہو +"

تواریخی شہادت سے ثابت ہے۔ کہ حضرت یعقوب کا زمانہ حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر تھا۔ قرآن شریف نے ان کو اسلام کا واعظ اور مسلمان بتایا ہے۔ مگر کیا اُن کا اسلام "محمد رسول اللہ" سے شروع ہوا تھا؟ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ حضرت عیسےٰ مسیح کو بھی قرآن شریف میں مسلمان اور اسلام کا واعظ لکھا گیا ہے۔ چنانچہ خود اُن کے حواریوں کی زبان سے یہ کلمات نکلوائے گئے ہیں۔

قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ اٰمنا باللہ واشھد باناّ مسلمون

(پ۱۳ ۱۳ع) +"

حواریوں نے کہا ہم خدا کے طرفدار ہیں - ہم اسپر ایمان لائے اور تو گواہ ہو کہ ہم مسلمان ہیں +"

دوسری جگہ لکھا ہے :-

واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی وبرسولی قالوا آمنا واشہد باننا مسلمون (پ ۷ - ۷ع)

"اور جب ہم نے حواریوں کی طرف وحی بھیجی - کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ - تو انہوں نے کہا - کہ ہم ایمان لائے - اور تو گواہ رہ - کہ ہم مسلمان ہیں +"

تواریخی شہادت سے یہ ثابت ہے - کہ حضرت عیسےٰ مسیح اور اُن کے حواری حضرت محمد سے صدیاں پہلے ہو گزرے تھے - مگر قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ مسیح کو اسلام کا واعظ اور ان کے شاگردوں کو مسلمان لکھا گیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عیسےٰ مسیح اور انکے حواری "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھکر مسلمان ہوئے تھے؟ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں الغرض مذکورہ بالا تمام آیتوں کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوجاتی ہے - کہ اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لیئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کا جوڑنا کوئی لازمی شرط نہیں ہے - خود قرآن شریف میں بھی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں - یہ دونوں کلمات کسی جگہ پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نہیں ملتے - اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے - جیساکہ مسلمانوں کی طرف سے اس بات کے تسلیم کرنے پر زور دیا جاتا ہے - کہ جب تک "محمد رسول اللہ" کا صدق دل سے اقرار نہ کیا جاوے تب تک صرف یہی - کہ "لا الہ الا اللہ" میں جان نہیں پڑ سکتی - بلکہ اس کے ساتھ ہی کوئی شخص اسلام کے دائرہ میں داخل ہو کر مسلمان نہیں کہلا سکتا - تو قرآن شریف کی شہادت کے بموجب یہ سوال بڑے زور سے نمودار ہوتا ہے - کہ قرآن شریف میں جو حضرت ابراہیم حضرت لوط - حضرت نوح - حضرت موسےٰ - حضرت یعقوب - حضرت سلیمان - حضرت عیسےٰ مسیح - اور اُن کے حواریوں کو مسلمان بنایا

گیا ہے۔ وہ کیا اس شرط پر ہے کہ انہوں نے "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھا تھا؟ کیا ان کا اسلام "محمد رسول اللہ" کی تقلید کو لیکر تھا۔ خاص کر جبکہ یہ امر واقعہ ہو۔ کہ یہ تمام رسول یا انبیا تواریخی شہادت سے حضرت محمد صاحب سے صدیوں پہلے ہوئے تھے۔ بنابریں وہ موجودہ اسلامی نقطۂ خیال سے کٹر غیر مقلد تھے۔ اب یہاں پر ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لئے محمد رسول اللہ کو صدق دل سے تسلیم کر لینا لازمی شرط ہے۔ تو پھر یا تو مذکورہ بالا تمام انبیا اور ان کے معتقدین۔ جو حضرت محمد صاحب سے صدیوں پیشتر ہو گزرے تھے۔ مسلمان نہیں تھے۔ یا وہ اول درجہ کے غیر مقلد تھے۔ اور ان کا اسلام ان قیود سے آزاد تھا جو کہ آجکل دیکھی جاتی ہیں اور کہ وہ اس قسم کے مقلد مسلمان نہیں تھے۔ جس قسم کے مسلمان آج موجود ہیں۔ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک اسلام کے معنی بت پرستی سے الگ رہنے اور مسلمان کے معنے ایک امن پسند شہری بننے کے تھے۔ اگر اس معقول جواب کو ماننے کی بجائے اس بات پر زور دیا جاوے کہ وہ صرف بت پرستی سے بیزار اور امن پسند شہری ہونے کو ہی کافی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے لئے ایک یہ بھی لازمی شرط تھی۔ کہ وہ "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھیں کیونکہ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تو یہ بات تواریخی نقطہ خیال سے ایک مضحکہ خیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان رسولوں کا اسلام اسلام نہیں رہ سکتا۔ نہ ہی ان کو مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اس سے قرآن شریف کا یہ بیان بھی کہ وہ مسلمان تھے۔ قابل اعتراض ٹھہرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے "محمد رسول اللہ" کا ماننا کوئی لازمی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح آج کل بھی ان کی رسالت کو تسلیم کرنے کے بغیر کام چل سکتا ہے اور چلنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے محمدیت تو دنیا میں قائم نہیں رہیگی۔ مگر اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو جائیگا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ تمام انبیا جن کو کہ قرآن شریف میں مسلمان کہا گیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم۔ حضرت موسےٰ حضرت عیسےٰ مسیح مع اپنے اپنے معتقدین کے اسلام کے دائرہ میں شمار کئے جانے کے مستحق ہو جائیں گے

اور اس پر اگر مسیحی لوگ یہ عذر پیش کرینگے۔ کہ آرزو سے قرآن شریف صرف وہی لوگ
مسلمان ہو سکتے ہیں۔ جو کہ حضرت مسیح پر ایمان رکھتے ہوں۔ تو جس طرح قرآن شریف
نے اسلام کو محمد کی شخصیت سے پہلے کا مذہب بتایا ہے۔ اسی طرح اس نے اسلام
کو مسیح کی شخصیت سے بھی پیشتر کا مذہب بتایا ہے۔ اسی بنا پر مسیحیوں کو مسیح کی تقلید کر
آزاد کر کے اور موسائیوں کو موسےٰ کی تقلید سے آزاد کر کے آخر کار ہم اسلام کے
اصلی سرچشمہ تک پہونچ جائیں گے۔ جو کہ ازلی و ابدی معنوں میں غیر مقلد ہو کر خالص
قسم کی شخصی غلامی سے پاک و مبرا ہوگا۔ اس اسلام کے سامنے سر جھکانے میں ایک رشنلسٹ
کو کوئی عذر نہیں ہوگا۔ کیونکہ رشنلسٹ کی مقدم کوشش یہ ہے۔ کہ ملکی۔ مجلسی۔ مذہبی۔
قومی یا نسلی تعصبات سے نجات حاصل کر کے مذہبی معاملات میں ایک ایسی پوزیشن
اختیار کرے جو کہ ایک سخت غیر مقلد کی پوزیشن ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے
کہ وہ قرآن شریف یا خدانخواستہ حضرت محمد صاحب کی ذات مبارک کو بری نظر
سے دیکھتا ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان دونوں کی صدق دل سے عزت کرتا ہے۔ اس کا
مطلب صرف اس بات کو واضح کرتا ہے۔ کہ ایک رشنلسٹ اسلام کی تلاش کریگا
تو وہ شخصوں اور کتابوں کو قطعی الگ رکھکر کرے گا۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ اس کی آزادانہ
تحقیقات کا نتیجہ کسی خاص کتاب میں پیشتر سے قلمبند نتائج کیساتھ مطابقت کہا جاوے
مگر اس کی تحقیقات کا طریقہ بالکل غیر مقلدانہ ہوگا۔ ایک غیر مقلد رشنلسٹ "لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ" کی جو تفسیر کرتا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ وہ مرکزی طاقت جس کو
مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ایک عالمگیر اور لاثانی طاقت ہے۔
وہ طاقت ازلی و ابدی ہے۔ ذرہ ذرہ کے اندر وہی مرکزی طاقت کام کر رہی ہے
مذہبی دنیا نے اس طاقت کا نام خدا یا پرمیشور یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھ چھوڑا ہے
ایک رشنلسٹ مذہبی دنیا کے اس خیال کیساتھ جہاں تک کہ اس مرکزی طاقت کی ہستی کا
سوال ہے۔ بالکل اتفاق کرتا ہے۔ اور وہ صدق دل سے لا الہ الا اللہ کا اعتراف کرتا ہے
اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اسکے ساتھ ساتھ صدق دل سے محمد رسول اللہ کا بھی اقرار

کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں
اسی مرکزی طاقت کا جس کو کہ اسلامی اصطلاح میں اللہ کہا گیا ہے۔ فرستادہ ہو
اگر فرستادہ کے معنی یہ ہوں۔ کہ یہ مرکزی طاقت کسی خاص جگہ پر بطور ایک تخت
بادشاہ کے محدود ہے۔ اور کہ وہ اپنے کسی اس قسم کے دار الخلافہ سے بعض
کو اسی طرح دور و دراز کے ممالک میں روانہ کرتی ہے۔ جس طرح کہ ایک دنیوی
زمینی طاقت سے حکومت کرنے کے لیئے اپنے مطیع و منقاد ممالک پر وائسرائے
کر کے بھیجتا ہے۔ تو ایک غیر مقلد رشنلسٹ رسالت کے اس خیال کو محض با
چتی قرار دیگا۔ اور وہ ان معنوں میں محمدؐ کی رسالت کو تسلیم کرنا باطل پرستی کی تا
تصور کریگا۔ اور غالباً آج کل کے مقلدوں کا بھی یہ خیال نہیں ہے۔ کہ خدا کسی
جگہ تخت نشین ہے۔ جہاں سے کہ وہ زمینی بادشاہوں کی طرح حکم احکام جا
یا اپنے ایلچیوں کو بھیجتا ہے۔ لیکن اگر فرستادہ کے معنی یہ ہوں کہ محمدؐ اسی مرکزی طا
کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا تھا۔ تو ایک رشنلسٹ کو محمد رسول اللہ کا صدق دل
اقرار کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر رسالت یا فرستادگی کی اس
تعریف کو نظر انداز کر کے صرف اسی بات پر زور دیا جائے کہ محمدؐ ان ہی معن
میں خدا کا رسول تھا۔ جن معنوں میں کہ ایک وائسرائے کسی زمینی بادشاہ کا رسو
فرستادہ ہوتا ہے۔ تو ایک رشنلسٹ صرف یہی نہیں کہ اس قسم کے خدا کے
سے فوراً انکار کر دے گا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ محمدؐ کی رسالت سے بھ
ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ اس قسم کے انتھرپومارفک گاڈ۔ . . . . . .

. . . . یا خدا بشکل انسان اس کے اس قسم
کسی رسول کو تسلیم کر کے بہشت میں جانے کی نسبت اس بات کو زیادہ پسند کر
گا۔ کہ وہ ان دونوں سے قطعی انکار کر کے وہ کسی ایسے جہنم میں بھیج دیا جائے جس
وہ قائل نہیں ہے۔ مگر جس کو کہ مقلدوں کی دنیا نے اس قسم کے منکروں کے
کسی جگہ تیار کر رکھا ہو۔ کیونکہ اس قسم کے خدا یا رسالت کی مذکورہ بالا تعریف کو

نلسٹ باطل پرستی کا شکار ہو جائیگا۔ جبکہ اس کو یہ ماننا پڑے گا کہ صرف
خدا کا فرستادہ ہے۔ اور کہ دنیا میں باقی جس قدر وجود ہیں۔ وہ گویا خدا کا
نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کے مقابلہ میں دوسری طاقت کے فرستادہ ہیں جس کو
مذہب میں اہرمن یا اسلامی اصطلاح میں شیطان کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر رسالت
تعریف کی جائے۔ جو کہ ایک غیر مقلد اشنلسٹ کرتا ہے۔ تو لا الہ الا اللہ ”
اللہ۔ رشنیل نقطۂ خیال سے کوئی اعتراض کی بات نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ اس
مطابق رسالت کا سلسلہ صرف ایک ہی انسان پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ
نوں کے دائرہ سے گزر کر حیوانوں۔ درختوں جمادات تک وسیع ہو جاتا ہے
کہ اس تعریف کے مطابق گھاس کا ایک تنکا تک بھی جو کہ ریگستان کے
ہے۔ خدا کا فرستادہ ہے۔ بلکہ رشنلسٹ کے نزدیک وہ بے بضاعت
جو کہ بدبودار پانی میں پیدا ہوتا ہے۔ خدا کا رسول ہے۔ اور وہ اپنے پاک
کے لئے کہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پورا کر رہا ہے۔ جسطرح
انسان اپنے دائرہ میں۔ اپنی رسالت کے فرض کو پورا کرتا ہو۔ رسول کی
تعریف کو اگر نظر انداز کر دیا جاوے۔ اور محمد رسول اللہ کے یہ معنی کیئے
کہ ایک ایسا رسول جو بطور سفیر کے ایک دور و دراز بیٹھے ہوئے خدا
سے بھیجا گیا ہو۔ جس پر ایمان لانے کے بغیر کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا
رشنلسٹ کے میں ” محمد رسول اللہ “ کا اقرار کرنا ایک قسم کی باطل
ور کرونگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مقلد لوگ رسالت کی اس تعریف کو تسلیم
لیئے تیار ہیں۔ جو کہ ایک غیر مقلد پیش کرتا ہے۔ اس کا جواب میں ایک مشہور
مقلد مولوی جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تحریر سے پیش کرنا چاہتا
انہوں نے جون ۱۹۱۲ء میں میرے مضمون کے جواب میں لکھی تھی مولوی
فرماتے ہیں :-

ان آیات کی دستاویز سے نقارہ کی چوٹ کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جو شخص

انحضرت صلعم کے زمانہ بعثت میں یا اسکے بعد پیدا ہوا ہو وہ کیسا ہی نیک اعمال۔ حسن الاخلاق۔ خداپرست۔ تمام رات عبادت میں گزارنے والا۔ تمام دن بندگان خدا کے ساتھ نیک سلوک۔ کھانا کھلانا۔ کپڑے پہنانا۔ اُن کی مصیبتوں کو۔ دفع کرنا نیک کاموں میں اُن کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ میں بسر کرتا ہو۔ معہذا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا علم بھی ہو۔ اور اُس نے اس کی تسلیم سے انکار کیا ہو۔ وہ ہرگز ہرگز نجات نہ پائے گا۔ ابدالآباد جہنم میں رہے گا۔ یہ اعتقاد مسلمانوں نے از خود نہیں گھڑلیا۔ بلکہ اُن کے پیغمبر نے اُن کو یہی سکھایا ہے۔ ہمارے عزیز جب تک اس اعتقاد کو نہ مانیں گے۔ ہرگز ہرگز مسلمانوں میں مسلمان نہ کہلائیں گے دھرم پال کے دھرم پال ہی رہیں گے۔*

(اندر ۱۴ جون سنہ ۱۹۱۲ء)

مولوی صاحب موصوف کی مذکورہ بالا تحریر کی اگر کوئی وقعت ہو سکتی ہے تو وہ انکی مقلدوں کی برادری میں ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک غیر مقلد رشنلسٹ کے نزدیک جو کہ ان کی برادری کی طرح "کسی ابدالآباد جہنم" کا قائل نہیں ہے۔ اس تحریر کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اگر اسلام یہی ہے۔ جو کہ مولویصاحب نے پیش کیا ہے۔ تو رشنلسٹ اس قسم کے اسلام کو انسانیت کی ہتک تصور کریگا۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ مقلدین کے نزدیک "ایک ایسا شخص جو نیک اعمال حسن الاخلاق خداپرست۔ تمام رات عبادت میں گزارنے والا۔ تمام دن بندگان خدا کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا۔ ان کو کھانا کھلانے کپڑے پہنانے۔ اُن کی مصیبتوں کو دفع کرنے اور نیک کاموں میں ان کی مدد کرنیوالا ہے" اس لئے ابدالآباد جہنم میں پھینکے جانے کا۔ سزاوار گردانا جاوے۔ کیونکہ باوجود ان کے اس نے حضرت محمدؐ کی رسالت کو ان ہی معنوں میں تسلیم نہیں کیا تھا۔ جن معنوں میں کہ ایک مقلد تسلیم کرتا ہے۔ تو اگرچہ وہ مقلد مسلمانوں کے نزدیک نجات نہیں پا سکتا مگر ایک۔ غیر مقلد ارشنلسٹ کے نزدیک۔ اس کا مرتبہ اگر مقلدین کے رسولوں اور

نبیوں سے اونچا نہیں۔ تو کم از کم اُن کے برابر تو ضرور ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا تمام مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک غیر مقلد یا رشنلسٹ کے نزدیک اسلام کے معنی بت پرستی سے بچنے اور مسلمان کے معنی امن پسند شہری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہونے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہیں۔ ایک مقلد کے نزدیک محمدؐ بے شک خدا کا فرستادہ ہے۔ مگر غیر مقلد دنیا کی کسی چیز کو بھی شیطان کا فرستادہ نہیں مانتا۔ بلکہ جن معنوں میں ایک غیر مقلد رشنلسٹ کے نزدیک محمدؐ خدا کا فرستادہ ہے۔ اِن ہی معنوں میں باقی کے تمام انسان حیوان نباتات یہاں تک کہ جمادات کی مختلف اشکال بھی خدا کی فرستادہ ہیں۔ اور وہ اِس مشن یا رسالت کو جس کے لئے کہ مرکزی طاقت نے اُن کو ظہور پذیر کیا ہے ٹھیک اسی طرح اپنی اپنی حیثیت کے مطابق پورا کر رہے ہیں۔ جس طرح کہ مقلدین کے نزدیک ایک انسانی یا رسول اپنے مشن کو پورا کر رہا ہو۔ جس پر ایمان لانا وہ باعثِ نجات تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک نڈر پوزیشن ہے جو کہ ایک رشنلسٹ بطور غیر مقلد کے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے بارے میں رکھتا ہے۔ کیا اِس پوزیشن کا غیر مقلدیں کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں۔ یہ پہلا سوال ہے۔ جس کا جواب مقلدین کے ذمہ ہے۔

تیسری فصل

قرآن شریف کے بارے میں ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد کی پوزیشن

ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد رسالت کے بارے میں جو خیالات رکھتا یا رکھ سکتا ہے اُن کا اظہار کیا جا چکا ہے۔ ایا رسالت کے متعلق اس قسم کے خیالات رکھنے والا شخص مقلدین کے نزدیک مسلمان ہو سکتا یا سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اسکا بہترین

جواب مقلدین ہی دے سکتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ان کے اِن قسم کی کسی جواب کی انتظاری کیجاوے۔ غیر مقلد یا رشنلسٹ ایک دوسرا سوال پیش کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اسکے نزدیک قرآن شریف کی پوزیشن کیا ہے؟ آیا وہ اس کو مقلدین کی طرح خدا کا کلام مانتا ہے یا بطور ایک رشنلسٹ کے وہ اس کو ایک خاص انسان کے خیالات وحالات پند و نصائح و لیکچروں کا مجموعہ تصور کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے سے پیشتر میں اندر بابت دسمبر ۱۹۱۲ء میں سے کسی قدر عبارت یہاں نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو کہ میں نے ویدوں کے مقلدین کے اس سوال کے جواب میں لکھی تھی۔ کہ میں حضرت محمد صاحب کی تعریف کیوں کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ عبارت منفصلہ ذیل ہے۔

"یہ سوال کہ میں آریہ ہو کر محمد صلعم کی تعریف کیوں کرتا ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ میں دیانندی نہیں ہوں۔ بلکہ ایک رشنلسٹ ہوں جب ایک رشنلسٹ یہ دیکھتا ہے۔ کہ آریہ دیانندی لوگ سوامی دیانند کو وشنو کا اوتار۔ بھگوان اور دیوتا ماننے لگ گئے ہیں۔ اور وہ بدستور سابق چھوت چھات اور بت پرستی کی طرف جھک رہے ہیں۔ تو وہ اس باطل پرستی کو قربان کرنے کے لیئے ایک بہترین قربان گاہ یا مذبح کی تلاش کرتا ہے چنانچہ اس کے نزدیک اوتاروں بھگوانوں اور دیوتاؤں کی باطل پرستی کا ٹنٹا ختم کرنے کے لیئے محمد صلعم ایک بہترین مذبح یا قربان گاہ ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بطور ایک رشنلسٹ کے میں محمد صلعم کا مداح ہوں۔ اگر دیانندی بھائی سوامی دیانند کو اوتار بھگوان اور دیوتا بنا کر اسی باطل پرستی اور بت پرستی کی طرف نہ جھک جاتے جس سے کہ نکلے تھے۔ تو میں ہرگز ہرگز محمد کا نام نہ لیتا۔ لیکن جب دیکھتا ہوں کہ دیانندی بھائی بت پرستوں کی طرح سوامی دیانند کو وشنو کا اوتار بھگوان اور دیوتا بنانے لگ گئے ہیں۔ تو اس باطل پرستی اور بت پرستی کو پاش پاش کرنے کے لیئے مجھے محمد صلعم ایک بہترین حربہ نظر آتا ہے۔ میں دیانند کی عزت کرتا ہوں

میں رام کی تعریف کرتا ہوں۔ میں کرشن کی توصیف کرتا ہوں۔ لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ دیانند۔ رام اور کرشن کو اوتار۔ بھگوان اور دیوتا بنا کر باطل پرستی اور بت پرستی کی جاری ہے۔ تو میں اس قسم کے بتوں کو مع ان کے پوجاریوں کے محمد صلعم کے پیچھا ور کر دونگا۔ بعض باطل پرست اور بت پرست لوگ اپنی باطل پرستی کو ترک کرنے کی بجائے میرے سامنے محمد صلعم کی سوانح عمریوں کو پیش کر کے ان کی مذمت کرتے ہیں۔ لیکن میں اُن سے کہتا ہوں۔ کہ یہ باتیں اُن لوگوں کو دکھاؤ جو تمہاری طرح باطل پرست ہوں۔ میں ایک رشنلسٹ ہوں اور ایک رشنلسٹ کے نزدیک قرآن شریف سے بڑھکر محمد صلعم کی معتبر اور مستند سوانح عمری دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتی۔ جب ایک رشنلسٹ محمد صلعم کی اس سوانح عمری کو فضول تفسیروں اور ناکارہ حدیثوں کی روشنی میں نہیں بلکہ رشنلزم کی روشنی میں مطالعہ کرتا ہے۔ تو وہ دیکھتا ہے کہ اس میں قدم قدم پر باطل پرستی۔ بت پرستی۔ شرک۔ کفر۔ الحاد دہریت۔ چھوت چھات ذات پات اور فسق و فجور کے قلعہ کو پاش پاش بلکہ چور چور اور ریزہ ریزہ کر دیا گیا ہے۔ اس سوانح عمری میں۔ محمد صلعم نہ صرف ایک رشنلسٹ بلکہ رشنلزم کا بانی مبانی ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ بطور ایک رشنلسٹ کے میں محمد صلعم کا مداح بلکہ گرویدہ ہوں ؎۔ (اندر پابت دسمبر ۱۹۱۲ء) مذکورہ بالا مضمون میں میں نے اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ کہ بطور ایک رشنلسٹ کے میں قرآن شریف کو حضرت محمد صاحب کی سوانح عمری تصور کرتا ہوں کیونکہ ایک رشنلسٹ کے نزدیک کسی مہاں پرش کی سوانح عمری اس بات کا نام نہیں ہے کہ وہ مہاں پرش کس رنگ کا تھا۔ کس ملک کا تھا۔ کس قوم کا تھا۔ کیا کھاتا تھا کیا پیتا تھا۔ کب پیدا ہوا تھا۔ اس کو کس نے دودھ پلایا اور کس نے اسکو گودی

کھلایا۔ اور وہ کب جوان ہوا۔ کب بوڑھا ہوا۔ اور کب مر گیا۔ اور اپنے پیچھے کتنی اولاد چھوڑ گیا بلکہ ایک ریشنلسٹ کے نزدیک کسی مہا پرش کی سچی سوانح عمری اسکے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ اس کے جسم کے اندر کس قسم کا دل اور کس قسم کا دماغ کام کر رہا تھا۔ اگر میں نے حضرت محمد صاحب کے دل اور دماغ کا پتہ لگانا ہو۔ تو میں تفسیروں اور حدیثوں کی ورق گردانی کرنا تضیع اوقات سمجھونگا۔ کیونکہ میرے نزدیک تفسیروں اور حدیثوں میں بعض جگہ اس مہان پرش کو مقلدین نے اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر ایسے رنگ میں پیش کیا ہے۔ کہ اُن کے مطالعہ سے حضرت محمد صاحب کی پوزیشن ایک ریشنلسٹ کے نزدیک مہان پرش کی پوزیشن سے گر جاتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مقلدین میں بھی تفسیروں اور حدیثوں کے متعلق بہت عرصہ سے اختلاف رائے چلی آ رہی ہے یہاں تک کہ ہماری آنکھوں کے سامنے خود مقلدین میں سے ہی ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس نے حدیثوں کو قطعی جواب دے دیا ہے۔ اور وہ دیگر مقلدین کی نسبت ایک بہتر طریقہ پر اسلام کو پیش کرتا ہے۔ یہ گروہ اگرچہ صاف الفاظ میں ریشنلسٹ یا غیر مقلد نہیں سمجھا جا سکتا۔ تاہم وہ ریشنلزم کے بہت قریب پہونچ گیا ہے اس گروہ کا نام اہل قرآن ہے۔ ریشنلزم اور مذکورہ بالا گروہ کے درمیان۔ ایک مسنگ لنگ . . . . یا ایک کڑی کی کسر باقی ہے اگر وہ کڑی مل جائے۔ تو ایک ریشنلزم اس گروہ کو ریشنلزم کے لیئے ایک زرخیز زمین تصور کر سکتا ہے۔ یہ کڑی قرآن شریف کو خدا کا کلام ماننے یا نہ ماننے سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک ریشنلسٹ کے نزدیک قرآن شریف کی رشنل پوزیشن اسکے سوائے کچھ نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کو حضرت محمد صاحب کی ایک ایسی سوانح عمری تصور کیا جاوے۔ جس میں کہ اس مہان پرش کے نہایت ہی فصیح بلیغ + روحانی۔ ذہنی۔ قومی مجلسی۔ ملکی۔ لیکچر قلم بند ہیں۔ اسکے برعکس اگر کہا جائے جیسا کہ مقلدین کا خیال ہے۔ کہ قرآن شریف میں جس قدر مضامین ہیں۔ انمیں حضرت محمد صاحب کے ذاتی خیالات اور حالات کو مطلق دخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ

سب کے سب براہ راست خدا کا کلام ہے۔ تو اس صورت میں ایک ریشنلسٹ کے
لیئے یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ آیا قرآن شریف درحقیقت خدا کا کلام ہو سکتا ہے اس سوال
کے حل کرنے کے لیئے وہ حضرت محمدؐ کی شخصیت کو ایک غیر ذمہ وار شخصیت
تصور کر کے نظر انداز کریگا۔ اور وہ اپنا تمام دل و دماغ اس سوال کے حل کرنے میں
لگا دیگا۔ اگر آیا درحقیقت قرآن شریف خدا کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس تحقیقات
کا نتیجہ ایک ریشنلسٹ یا غیر مقلد کے نزدیک یہی برآمد ہوگا۔ کہ قرآن شریف خدا کا
کلام نہیں ہے۔ اور اگر خدا کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف ہے۔ تو
ریشنلسٹ ایسے خدا اور اس کے ایسے کلام دونوں سے منکر ہو جانا اپنے لیئے نہایت
ہی مناسب سمجھیگا۔ چونکہ حضرت محمد صاحب کی شخصیت کو اپنی کسی اس قسم کی تحقیقات
میں قرآن شریف کے مضامین کے بارے میں ایک غیر ذمہ وار شخصیت سمجھ کر وہ پہلے
ہی نظر انداز کر چکا ہے۔ اور مابعد کی تحقیقات میں وہ قرآن شریف کو خدا کا کلام نہ مان کر
قرآن شریف کو یا اگر خدا کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف ہے۔ تو وہ قرآن
شریف کے ساتھ ایسے خدا کو بھی ترک کر چکا ہے۔ اس لیئے ایسی صورت میں ایک ریشنلسٹ
کے لیئے قرآن شریف حضرت محمد صاحب اور قرآن شریف کے مضامین کا الہام
دینے والا خدا تینوں کے تینوں نظر انداز کر دینے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک صریحاً
گھاٹا ہے۔ جو کہ ایک ریشنلسٹ کو اس صورت میں مجبوراً اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر اس کے
سامنے قرآن شریف کو بطور خدا کے پیش کیا جاوے۔ لیکن اگر قرآن شریف کو خدا کا
کلام ماننے کی بجائے صرف اسی قدر مانا جاوے۔ کہ وہ حضرت محمدؐ صاحب کے
اعلےٰ دل اور ایک ترقی یافتہ دماغ کا نتیجہ ہے۔ تو اس صورت میں ایک ریشنلسٹ کے
نزدیک قرآن شریف کی پوزیشن نہایت ہی اعلےٰ ہو جاتی ہے۔ اور اس کیساتھ ہی
حضرت محمد صاحب انسانوں کے زمرہ میں ایک غیر معمولی انسان نظر آنے لگتے ہیں
جبکہ باوجود اس کے کہ وہ ایک سخت وحشی قوم میں پیدا ہوئے تھے۔ اور کہ ان کے
ارد گرد نہایت ہی ناموافق گروہ تھا۔ اور وہ خود بھی کتابی تعلیم سے بالکل بے بہرہ یا ان پڑھ تھے

کوئی اُن کا یار و مددگار نہیں تھا۔ باوجود ان ناموافق حالات کے اِن کے دِل اور دماغ نے ایسی اعلےٰ نشو و نما حاصل کی۔ اور اُن کے اندر فصاحت اور بلاغت سے لبریز اس قسم کے پُرزور اور پُرتاثیر لیکچر برآمد ہوئے۔ جو باوجود تیرہ صدیاں گزر جانے کے آج بھی اپنے اندر کروڑہا اِنسانوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اُنکا طرزِ بیان نہایت ہی شستہ اور شائستہ ہے۔ اپنے لیکچر کو عبرت آموز واقعات یا قصّے کہانیوں کے ذریعہ زیادہ پُرتاثیر بنانے اور اِس طرح سامعین کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کے فن کے وہ بے نظیر موجد تھے۔ وہ حاضر جواب تھے اور ان کا جواب کبھی بھی متانت اور سنجیدگی سے گرا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اِن باتوں کی تعلیم پر زیادہ زور دیتے تھے۔ جو کہ اِنسان کی روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں نمونہ کے طور پر یہاں پر اِن کے ایک لیکچر کی کچھ عبارت نقل کی جاتی ہے۔

لا تجعل مع اللہ الٰھاً آخر۔ فتقعد مذموماً مخذولاً۔ وقضیٰ ربک الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما اوکلٰھما فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیراً ۔"

ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صٰلحین فانہ کان للاوابین غفورا۔ وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ اِن المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا واما تعرضن عنھم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا فقل لھم قولاً میسورا۔ ولا تجعل یدک مغلولۃً الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً۔ انّ ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر۔ انہ کان بعبادہٖ خبیراً بصیرا۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطاءً کبیراً ولا تقربوا الزنیٰ۔ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً۔ فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن

حتی تبلغ اشدہٗ و اوفو بالعہد - ان العہد کان مسئولا - و اوفو الکیل اذا کلتم - و زنوا بالقسط
س المستقیم ذالک خیرٌ و احسن تاویلا - ولا تقف مالیس لک بہٖ علم - ان السمع والبصر
والفوأد کل اولئک کان عنہ مسئولا - ولا تمش فی الارض مرحًا انک لن تخرق الارض
ولن تبلغ الجبال طولاً - کل ذالک کان سیئہ عند ربک مکروھًا (پ ۱۵ رکوع ۳-۴)
"تم خدا کے سوائے کسی کی پرستش مت کرو - کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے - تو تم
ذلیل اور خوار ہو جاؤ گے - تمہارے خدا کی مرضی یہی ہے - کہ تم اُسی کے سامنے
اپنے سر کو جھکاؤ - اور اُسی کی عبادت کرو - اور تم کو چاہیئے - کہ اپنے ماں باپ
سے نیک سلوک کرو - اگر تمہارے ماں باپ میں سے کوئی بوڑھا ہو جائے
یا وہ دونوں بوڑھے ہو جائیں - تو تم کو چاہیئے - کہ اُن کے آگے چون و چرا
نہ کرو - اور نہ ہی اُن کو کسی قسم کی جھڑکی دو - بلکہ اِن کے ساتھ نہایت ہی ادب
اور نرمی سے بات کرو اور ان کے سامنے خاکساری اختیار کرو - اُن سے
صدق دل سے محبت کرو - اور تم ہمیشہ اُن کے لئے خدا کے حضور میں یہ دعا
کیا کرو - کہ اے خداوند جس طرح انہوں نے مجھ کو اِس وقت پرورش کیا تھا
جبکہ میں بالکل بے کس و بے بس تھا - اسی طرح تو بھی ان پر اپنے فضل اور رحم
کی بارش کر - تمہارا خدا تمہاری اِس قسم کی دلی دعاؤں کو سنتا ہے - اگر تم
نیک ہو - تو تم خدا سے اسی طرح دعا کرنی چاہیئے - اور اگر تم سے کوئی لغزش
ہو جائے - تو تم اس کے لئے پشچاتاپ کرو - کیونکہ خداوند پشچاتاپ کرنے
والوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے - تم کو چاہیئے - کہ رشتہ داروں غریبوں
اور وطن سے دور افتادہ مسافروں کے حقوق کی کماحقہ نگرانی کرو -
اور ہر ایک قسم کی فضول خرچی سے پرہیز کرتے رہو - کیونکہ فضول خرچ
شیطان کے بھائی ہوتے ہیں - اور شیطان نہیں چاہتا کہ وہ خداوند
کا اس کی نعمتوں کے لئے شکریہ ادا کرے - اور اگر تم ایسی حالت میں
ہو کہ تم روپیہ کے ذریعہ رشتہ داروں غریبوں یا مسافروں کے ساتھ

کوئی نیک سلوک نہیں کر سکتے ہو۔ تو بھی اِن کو کسی قسم کی جھڑکی مت دو بلکہ اگر اور کچھ نہیں تو شیریں کلامی سے ہی اُن کا آدر ستکار کرو۔ فضول خرچی سے پرہیز کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ تم کنجوس مکھی چوس بن جاؤ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ۔ کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم دنیا میں بدنام اور بھیک منگے ہو جاؤ گے تمہارا خدا اس بات کی قدرت رکھتا ہے۔ کہ وہ جس کو چاہے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دے اس کو اپنے بندوں کی تمام نیکی بدی کا علم ہے۔ تم کو چاہیئے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل نہ کرو۔ کہ تم مفلسی کی حالت میں اُن کی پرورش نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ خدا کہتا ہے۔ کہ ہم تم کو اور تمہاری اولاد کو سب کو رزق دینے والے ہیں۔ اولاد کو قتل کر دینا بڑا بھاری جُرم ہے۔ تم کو چاہیئے۔ کہ تم ہرگز زناکاری نہ کرو۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی بے حیائی ہے۔ اور یہ بہت بُری بات ہے۔ اور تم کسی نفس کو بلاوجہ قتل مت کرو۔ کیونکہ خدا نہیں چاہتا۔ کہ تم ایسا جرم کرو۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے بے گناہ مارا جاتا ہے۔ تو ہمارے نزدیک مقتول کے وارثوں کو قاتل کو بدلہ لینے کا پورا حق حاصل ہے۔ مگر تم کو چاہیئے۔ کہ بدلہ لینے میں زیادتی مت کرو۔ کیونکہ اصلی بدلہ یہی ہے۔ کہ تم کو اس پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ تم کو چاہیئے کہ یتیم کے مال میں کسی قسم کی دست برد نہ کرو۔ بلکہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ اس کے مال کی نہایت احتیاط اور ایمانداری سے حفاظت کرو اگر تم کسی سے کسی قسم کا وعدہ کر لو۔ تو تم کو چاہیئے۔ کہ تم اُس وعدہ کو پورا کرو۔ کیونکہ وعدہ کا پورا نہ کرنا اخلاقی طور پر ایک قابل گرفت بات ہے۔ اور اگر تم کسی کو کوئی چیز ماپ کر دینے لگو۔ تو پورا ماپ کرو۔ اور جب تم کسی چیز کو تول کر دینے لگو تو ترازو کی ڈنڈی کو سیدھا رکھکر تولا کرو۔ کیونکہ تمہارے حق میں یہ نہایت ہی عمدہ بات ہے اور اس کا نتیجہ

تمہارے حق میں بہت اچھا نکلے گا۔ تم کو چاہیئے کہ جس بات کا تم کو پتہ نہیں ہے۔ تم اس میں دخل در معقولات نہ کرو۔ کیونکہ اگر تم ایسا کروگے۔ تو تم اپنے کان۔ اپنی آنکھ اور اپنے دل کو قابل مواخذہ بناؤ گے۔ تم کو چاہیئے کہ زمین پر اکڑ کے نہ چلا کرو۔ کیونکہ اگر تم اکڑ کر چلو گے۔ نہ ہی گردن اکڑانے سے تم پہاڑ کی چوٹی کا لمبائی میں مقابلہ کر سکو گے اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے خداوند کی نزدیکی حاصل کرو۔ تو تم ان تمام بری باتوں سے پرہیز کرتے رہو۔"

(پ۱۵۔ رکوع ۴-۲)

مذکورہ بالا بیان سے اس بات کا صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت محمد صاحب اپنے لیکچروں میں عملی زندگی پر زیادہ زور دیا کرتے تھے اور زندگی کی جن روزانہ باتوں کو عوام الناس معمولی سمجھ کر نظر انداز کر جاتے ہیں۔ وہ ان کو زیادہ زور سے بیان کیا کرتے تھے۔ وہ اس بات کے حق میں نہیں تھے۔ کہ وہ اپنے سامعین کو کوئی معجزہ یا جادو یا مداری کا سا کوئی کرتب دکھا کر ان کی واہ واہ کو حاصل کرلیں۔ بلکہ جب کبھی عجوبہ پسند سامعین نے ان کی سیدھی سادھی مگر نہایت ہی ضروری باتوں کو نظر انداز کر کے ان سے یہ درخواست کی۔ کہ وہ ان کو کوئی عجوبہ یا معجزہ یا جادو یا مداری کا سا کھیل کر کے دکھائیں۔ تو انہوں نے ہمیشہ سامعین کے ایسے سوال کو لغو کہکر رد کر دیا چنانچہ مذکورہ بالا لیکچر میں ذرا آگے چل کر حضرت محمد صاحب اور ان کے سامعین کے سوال و جواب کو بدین الفاظ قلم بند کیا گیا ہے۔ سامعین حضرت محمد صاحب سے کہتے ہیں۔ کہ

لن نومن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعا۔ او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب فتفجر الانہار خللہا تفجیرا۔ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملٰئکۃ قبیلا۔

او یکون لک بیت من زخرف او ترقیٰ فی السماء و لن نومن لرقیک حتیٰ

تنزل علینا کتبا نقرؤہ۔ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔
(پ۱۵۔ رکوع ۱۰) ÷"۔

ہم اسوقت تک تمہاری باتوں کو نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ تم ہمارے لیئے زمین سے کوئی چشمہ نہیں پیدا کر دو گے۔ یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو۔ اور تم بطور معجزہ کے اسمیں نہریں جاری کر کے دکھا دو۔ یا تم اپنے خیال کے مطابق ہم پر آسمان کا ٹکڑا لا کر گرا دو یا ہمارے سامنے خدا اور فرشتوں کو لے آؤ۔ یا تم اپنے لیئے سونے کا مکان بنا کر دکھا دو۔ یا تم آسمان پر اڑ جاؤ۔ مگر ہم تمہارے آسمان پر اڑ کر چلے جانے کو بھی اسوقت تک سچ نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ تم وہاں سے ہم پر کوئی کتاب نہ پھینکو گے۔ جس کو کہ ہم بخوبی پڑھ سکیں لے محمد تو ان کو سنا دے۔ کہ میرا خدا اس قسم کی درخواستوں کو لغو قرار دیتا ہے۔ میں تمہارے سامنے اس قسم کی لغو دعادی نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ میرا دعوے تو صرف اسی قدر ہے کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور خدا کا فرستادہ ہوں ÷

حضرت محمد صاحب کا مذکورہ بالا جواب ایک ایسا معقول جواب ہے کہ جس کو پڑھ کر ایک رشنیلسٹ کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس جواب کی موجودگی میں حضرت محمد صاحب کی پوزیشن تمام لغویات سے بالکل پاک ہو جاتی ہے۔ جو کہ تفسیر یا حدیث نگاروں کی طرف سے معجزات کرامات۔ یا اسی قسم کی دیگر ہفوات کے نام سے ان کے سر تھوپی گئی ہیں۔ اور ان لغویات سے الگ حضرت محمد صاحب ایک رشنیلسٹ ثابت ہوتے ہیں۔ اور ایک رشنیلسٹ کے دل میں اُن کے واسطے سچی عزت کا جذبہ جوش مارتا ہے۔ گو اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اپنے لیکچروں کو پر تاثیر۔ دلکش اور عام فہم بنانے کے لیئے بعض اس قسم کے پرانے قصوں کو بھی بیان کیا ہے۔ جو اس وقت ایک معجزانہ شکل میں

زبان زد خلائق تھے۔ مگر قرآن شریف کے صفحات سے جہاں تک حضرت محمد صاحب کی اپنی شخصیت اور معجزات کا سوال ہے۔ وہ معجزات کی میل سے بالکل پاک وصاف ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک رشنلسٹ کے نزدیک حضرت محمدؐ کی پوزیشن نہایت ہی اعلےٰ اور قابل تعریف ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ قرآن شریف کے مضامین سے حضرت محمدؐ کے ذاتی حالات وخیالات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ براہِ راست خدا کا کلام ہے۔ تو ایک رشنلسٹ کے نزدیک حضرت محمدؐ کی پوزیشن صفر رہ جاتی ہے اور چونکہ قرآن شریف کے بعض مضامین ایسے ہیں۔ جو اگر انسان کا کلام سمجھے جائیں۔ تو وہ اس انسان کے حق میں ایک رشنلسٹ کو کوئی بُری رائے قایم کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ان مضامین کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے تو اس معیار پر جو کہ ایک رشنلسٹ خدا یا ائیشور کے کلام کے لئے مقرر کرتا ہے۔ پورے نہ اُترنے کے باعثِ خدا کے پوزیشن کو ایک انسان کی پوزیشن پر کھینچ لاتے ہیں اور ایک رشنلسٹ اس قسم کے انتھروپومورفک گاڈ۔

یا خدا بشکل انسان کو ماننے کی بجائے ایسے خدا سے قطعی انکار کر دینا ہے بہتر سمجھتا ہے اس طرح قرآن شریف کو خدا کا کلام ماننے کی صورت میں ایک رشنلسٹ قرآن شریف۔ حضرت محمد صاحب اور خدا تینوں سے دست بردار ہونے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ شاید مجھ سے پوچھا جائے۔ کہ قرآن شریف کے وہ ایسے مضامین کونسے ہیں۔ جن کی موجودگی میں ایک رشنلسٹ صرف یہی نہیں کہ اس کو خدا کا کلام نہیں مان سکتا۔ بلکہ اگر امر واقع ہو کہ خدا کا کلام در حقیقت ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ مضامین ہیں تو ایک رشنلسٹ ایسے خدا سے بھی منکر ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس پر میں اپنی پہلی تصانیف میں کافی بحث کر چکا ہوں اگرچہ مجھے اس بحث کو دوبارہ چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے تاہم اپنے بیان کی تائید میں میں یہاں پر ان مضامین سے صرف ایک مضمون کی

طرف بالکل مختصر الفاظ میں اشارہ کرونگا فرض کرو۔ بالگیریا اور ٹرکی میں مدت سی عداوت چلی آرہی ہے۔ اہل بلگیریا سب کے سب یہودی یا عیسائی ہیں۔ اور ترک مسلمان ہیں ہر دونوں ملکوں یا قوموں کی کسی بات پر آپس میں جنگ چھڑ جاتی ہے ترکی فوج کا کمانڈر ان چیف اپنی فوج کے نام مفصلۂ ذیل حکم جاری کرتا ہے:۔

یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا الیہود والنصاری اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم (پ ۶۔ مائدہ)

"اے ترک مسلمانو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائیگا تو وہ انکا طرفدار سمجھا جائیگا۔"

لایتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک لیس من اللہ فی شیئ الاان تتقوا منہم تقۃ:۔ (پ ۳۔ عمران)

"مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستی نہیں۔ لگانی چاہیئے۔ ان کو مسلمانوں سے ہی دوستی رکھنی چاہیئے۔ اور اگر کوئی کافروں سے دوستی لگائیگا۔ تو وہ یاد رکھے کہ اس کا خدا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ مگر اس صورت میں کہ تم اُن سے بچنے کی کوشش کرو۔"

یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا الکفرین اولیاء من دون المومنین اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطنا مبینا۔ ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار۔ (پ ۵۔ النساء)۔ یہ

"اے مسلمانو! مسلمانوں کے سوائے کافروں سے دوستی مت لگاؤ کیا کافروں سے دوستی لگا کر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ خدا کی طرف سے تم پر حجت پوری ہو۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ منافق لوگ جہنم کے زیرین طبقہ میں پھینکے جائینگے۔"

قاتلوا الذین لایومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ

ولایدینون دین الحق من الذین اوتو الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔
(پ۱۰۔ توبہ)

”اے مسلمانوں! اِن لوگوں سے جو کہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور نہ ہی اُس چیز کو حرام سمجھتے ہیں۔ جس کو کہ خدا اور اُس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔ اور نہ ہی وہ اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ وہ خواہ یہودی ہوں یا عیسائی۔ تم اُن سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا اور ذلیل ہو کر رہنا قبول کر لیں“

ترکی فوج کا کمانڈر انچیف اپنی مسلمان فوج کو مذکورہ بالا احکام سنا کر آخری حکم یہ دے دیتا ہے:۔

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوالھم کل مرصد۔
(پ۱۰۔ توبہ)

”اے مسلمانوں! مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اِن کو گرفتار کرو۔ اِن کا محاصرہ کرو۔ اور جابجا اُن کی گھات میں لگے رہو“

قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین۔
(پ۱۰۔ توبہ)

”اے مسلمانوں تم اِن سے خوب جنگ کرو۔ خدا تمہارے ہاتھ سے اِن کو عذاب دلائے گا۔ اور اِن کو رسوا کرے گا۔ اور تم کو فتح مند کرے گا اور مسلمانوں کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا“

ترکی فوج کا کمانڈر انچیف مذکورہ بالا آخری حکم اپنی فوج کو سنا کر بلگیریوں پر حملہ کر دیتا ہے۔ بلگیری بھی جان توڑ کر ترکوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور وہ اس شدت سے ترکی فوج پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ کہ ترکی فوج پسپا ہو جاتی ہے۔ اور بلگیری جابجا ترکوں کا قتل عام شروع کر دیتے ہیں۔ ترکوں کے ایک کثیر حصے کو وہ عیسائی بنا ڈالتے ہیں۔ اور باقیوں کو ذلیل و رسوا کر کے ٹیکس ادا کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ مہذب دنیا میں

یہ شور مچ جاتا ہے۔ کہ بلگروں نے ترکوں پر نہایت ہی سخت ظلم کیا۔ اب ایک ریشنلیسٹ
سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کیا اس کے نزدیک۔ بلگروں کا ترکوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک
ریشنل نقطہ خیال سے درست ہے۔ یا غلط؟ ایک ریشنلسٹ بلگروں کے سلوک کے متعلق
اپنی رائے کا اظہار کرنے سے پیشتر اس بات پر غور کریگا۔ کہ آیا ترکی فوج کے کمانڈر ان چیف
نے اپنی فوج کو بلگروں کے قتل کے بارے میں جو احکام دئے تھے۔ وہ درست تھے۔ یا غلط
اور کہ اگر ترکی فوج بلگروں پر فتح پاکر بلگروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتی۔ جیسا کہ اُن کے
کمانڈر ان چیف نے اپنے مذکورہ بالا احکام میں ان کو بتایا تھا۔ تو کیا ترکوں کا یہ فعل بھی
ایک قابل ملامت فعل سمجھا جاتا۔ یا نہ؟ اور آیا ترکی فوج کے کمانڈر ان چیف کے مذکورہ بالا
احکام مہذب دنیا کی نظر میں قابل تعریف قرار دے جا سکتے ہیں یا قابل نفریں؟ اگر دنیا ان
احکام کے نتیجہ کو قابل تعریف قرار دے۔ تو بلگروں کا فعل قابل نفریں کیونکر کہا جائیگا۔ اور
اگر بلگروں کا فعل قابل نفریں ہے۔ تو ترکوں کی فوج کے کمانڈر ان چیف کے مذکورہ بالا۔
احکام بھی جن میں گو اس کی فوج کو کامیابی نہ ہوئی ہو۔ سخت قابل ملامت ہیں۔ جس صورت میں
کہ آجکل کی مہذب دنیا کے سامنے بھی جو کہ جنگ و جدل کے برخلاف نہیں ہے۔ بلگروں یا
ترکوں کا ایک دوسرے کو بیدردی سے قتل کرنا قابل تعریف فعل نہیں کہا جا سکتا۔ اِس
صورت میں ایک ریشنلسٹ مذکورہ بالا قسم کے فعل کو خواہ وہ بلگروں سے سرزد ہوا۔ خواہ
ترکوں کے فوجی افسر کے احکام کا نتیجہ ہوا۔ انسانی فطرت کے جوش کا تقاضا سمجھکر اور یہ جانکر
کہ عشق جنگ کی حالت میں انسان جو کچھ بھی کر گزرے وہ قابل درگزر ہوتا ہے۔ نظر انداز
کر دے گا۔ لیکن ایک ریشنلسٹ اِس قسم کے کسی فعل کو یا اِس قسم کے کسی حکم کو جس کا نتیجہ
بلگروں یا ترکوں کا قتل عام ہو۔ کسی صورت میں خدا کا حکم تصور نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ
خدا کو ایک معمولی بلگر یا ایک ترک سپاہی کی مانند نہیں سمجھتا۔ جو کہ اِس قسم کے قتل و غارت
یا جنگ و جدل کے احکام جاری کر سکتا ہو۔ مذکورہ بالا مثال کو مد نظر رکھکر اگر ایک
ریشنلسٹ قران شریف کے ایسے مضامین کیوجہ سے جن میں سے کہ اوپر درج کر دیا گیا ہے
خدا کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو اس کا یہ انکار ایسا ہی معقول تصور کیا جائیگا۔

جیسا کہ بلگروں کا ترکوں کو یا ترکوں کا بلگروں کو بے دریغ قتل کرنیکا فعل ایک غیر مذہبی مگر
مہذب دُنیا کے نزدیک نامعقول سمجھا جاتا ہے - گو بلگر یا ترک افسر اپنے اس قسم کے تمام
سپاہیوں کو قابل تحسین اور آفرین ہی سمجھتے ہوں جنہوں نے کہ اپنے مخالفوں کی گردن کاٹی
یا اُن کو خاک و خون میں ملایا - گو اس قسم کے قتل و غارت یا جنگ و جدل کے احکام یا
کارنامے میدان کارزار میں کھڑے ہوئے شمشیر برہنہ جرنیل کی قوم پرستی یا شجاعت کا
اندازہ کرنے کے لیئے پیش کیئے جاسکتے ہوں مگر ایک رشنلسٹ کے نزدیک وہ ایسے خدا
کی طرف منسوب نہیں کیئے جاسکتے - جو نہ بلگروں کا دشمن ہے - نہ ترکوں کا بدخواہ - جو نہ ترکوں کو
بلگروں کا گلا کاٹنے کا حکم دیتا ہے نہ بلگروں کو ترکوں کے برخلاف بھڑکاتا ہے - بلکہ
حضرت مسیح کے الفاظ میں -

"وہ اپنے سُورج کو بدوں اور نیکوں پر یکساں اُگاتا ہے
اور راستوں اور ناراستوں پر یکساں مینہ برساتا ہے

(متی ب ۵ - آیت ۴۷)

مذکورہ بالا تمام مضمون کا مطلب صرف اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ایک رشنلسٹ قرآن شریف
کو خدا کا کلام اس لیئے نہیں مانتا - کیونکہ وہ قرآن شریف - حضرت محمد صاحب اور خدا
کی صدق دل سے عزت کرتا ہے - وہ نہ قرآن شریف کو ہاتھ سے پھینکنا چاہتا ہے - نہ وہ
حضرت محمد صاحب کی عظمت کا منکر ہونا چاہتا ہے - نہ وہ خدا کو جواب دینا چاہتا ہے
اس کے برعکس اگر ایک رشنلسٹ کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ قرآن شریف کو
ضرور خدا کا کلام تصور کرے - تو وہ اپنے ضمیر کی سلامتی اسی میں سمجھیگا - کہ وہ قرآن شریف
اور حضرت محمد صاحب کے علاوہ خدا کے خیال سے بھی اپنے دل کے خانے کو پاک وصاف
کر ڈالے اس میں شک نہیں کہ رشنلزم نے قرآن شریف حضرت محمد صاحب اور اسلام کے
بارے میں میرے پہلے خیالات کو بہت کچھ تبدیل کر دیا ہے - اور یہ اسی تبدیلی کا ثبوت
ہے - کہ میں نے قرآن شریف اور اسلام کے بارے میں اپنی تمام تصانیف کو جلا دیا ہے
مگر وہ آگ جو میری کتابوں کو جلا کر خاک کر گئی - وہ میرے اس عقیدہ کو کہ قرآن شریف خدا کا کلام

نہیں ہے۔ ایک معمولی آنچ تک بھی یہ پہنچا سکی۔ نہ ہی میرے اس یقین میں اشینلزم کسی قسم کی تبدیلی کر سکا۔ جس شخص کا قرآن شریف کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ کیا وہ مقلدین کے نزدیک مسلمان سمجھا جا سکتا ہے؟ یہ دوسرا سوال ہے جس کا جواب مقلدین کے ذمہ ہے۔

چوتھی فصل

نماز روزہ۔ حج۔ قربانی اور زکوۃ کے متعلق ایک غیر مقلد یا رشنلسٹ کی پوزیشن

رسالت اور قرآن شریف کے بارے میں ایک رشنلسٹ کی پوزیشن بتائی جا چکی ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ قربانی وغیرہ کا قائل ہے۔ یا نہیں۔ پیشتر اسکے کہ اس سوال کا جواب دیا جائے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جاننے کی کوشش کیجائے کہ ایک مقلد یا مسلمان کے نزدیک ان باتوں کا مقصد کیا ہے؟ ایک مسلمان کے نزدیک نماز اس بات کا نام ہے۔ کہ وہ قبلہ رو ہو کر کھڑا یا بیٹھا یا لیٹا یا چلتا ہوا جسم کی حرکات سے یا اشاروں سے اس طریقہ پر جس کو کہ اسلامی طریقہ مانا گیا ہے۔ خدا کی عبادت کرے۔ اس عبادت کا نتیجہ اس کے نزدیک بڑا بھاری ثواب یا بہشت کی تحصیل ہے کیا عبادت کا یہ طریقہ ایک رشنلسٹ کے نزدیک درست مانا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر خدا کو ایک انتھرو۔پو۔مارفک گاڈ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا خدا بشکل انسان مانا جائے تو عبادت کا یہ طریقہ بالکل درست ہے۔ مگر کیا ایک رشنلسٹ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انتھرو۔پو۔مارفک۔ گاڈ یا خدا بشکل انسان ۔ ۔ کا قائل ہے جواب ملتا ہے کہ ہرگز نہیں جب وہ ایک انتھرو۔پو۔مارفک گاڈ کی

ہستی کا ہی قائل نہیں ہے۔ تو اس کے سامنے ٹھیک اس طرح سے جھکنا یا سجدہ کرنا جس طرح کہ ایک زمینی بادشاہ یا انسان کے سامنے جھکا یا سجدہ کیا جاتا ہو۔ تاکہ وہ خوش ہو سکے ایک رشنیلسٹ کے نزدیک بے قیمت فعل ہو جاتا ہے۔ اسلئے ایک مقلد یا مسلمان جس شکل میں نماز کو ایک رشنلسٹ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس نماز کا خدا کی عبادت یا پرستش کیساتھ اتنا تعلق نہیں ہے۔ جتنا کہ اس کے اپنے جسم کی ورزش یا اس کے اپنے رگوں پٹھوں کی مضبوطی سے تعلق ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں ایک غیر مقلد یا رشنلسٹ کے نزدیک اس قسم کی نماز مذہبی شکل میں جسمانی ورزش کا عمدہ نمونہ ہے۔ اور رشنلسٹ اس بات کو تسلیم کرے گا۔ کہ نماز کا یہ طریقہ بہت سے دیگر مذاہب کے نماز کے طریقوں سے بہت بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس سے جسم کے رگوں پٹھوں کو تقویت ملتی ہے۔ اور اگر ضرورت پڑ جائے۔ تو ایک نماز گزار قوم میدان کارزار کے لئے بڑی آسانی اور بڑی تیزی سے ایک باقاعدہ قواعد داں فوج کی شکل میں لائی جا سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک غیر مقلد کے نزدیک ایک مقلدین کی نماز مذہبی لباس میں محض جسمانی ورزش یا فوجی ڈرل ہے۔ تو آیا وہ کسی دوسری نماز کا قائل ہے۔ یا نہیں۔ یا وہ خدا کی پرستش سے ہی منکر ہے؟ رشنلسٹ اس کا جواب دیتا ہے۔ کہ وہ خدا کی پرستش کا منکر نہیں ہے۔ مگر خدا کی پرستش کا بہترین طریقہ اسکے نزدیک مسیح کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"اے میرے باپ کے مبارک لوگو۔ خدا کی بادشاہت کو جو دنیا کی بنیاد ڈالنے کے ساتھ تمہارے لئے تیار کی گئی میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا۔ تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا۔ تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا۔ تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا۔ میں ننگا تھا۔ تم نے مجھے کپڑا پہنایا میں بیمار تھا۔ تم نے میری تیمارداری کی۔ میں قید میں تھا۔ تم میرے پاس آئے۔ اس وقت راستباز کہینگے۔ اے ہمارے خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھا اور کھانا کھلایا؟ ہم نے کب تجھے پیاسا دیکھا

اور پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھا۔ اور اپنے گھر میں اتارا؟ ہم نے کب تجھے ننگا دیکھا۔ اور کپڑا پہنایا؟ ہم نے کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھا اور تیرے پاس گئے؟ تب خداوند ان کو جواب دیگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کیساتھ ایسا سلوک کیا۔ تو گویا تم نے وہ سلوک میرے ساتھ کیا۔" (متی باب ۲۵۔ آیت ۳۵۔ ۴۱) "تم سن چکے ہو۔ کہ کہا گیا ہے۔ اپنے پڑوسی سے دوستی رکھ۔ اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ اور جو تم پر لعنت کریں۔ اُن کے لیے برکت چاہو۔ جو تم سے کینہ رکھیں۔ اُن کا بھلا کرو۔ اور جو تمہیں دکھ دیں اور ستادیں۔ اُن کے لیے دعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے۔ فرزند ہو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں پر یکساں اگاتا ہے۔ اور راستوں اور ناراستوں پر مینہ برساتا ہے۔ کیونکہ اگر تم اُن ہی کو پیار کرو۔ جو تمہیں پیار کرتے ہیں۔ تو تمہارے لیے کیا اجر ہے۔ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے ہو۔"

(متی باب ۵۔ آیت ۴۳۔ ۴۷)

ایک ریشنلسٹ کے نزدیک خدا کی پرستش کا بہترین طریقہ مذکورہ بالا طریقہ سے بڑھکر کوئی نہیں ہوسکتا۔ اپنی طاقتوں کو خدا کی مخلوقات کی بہتری میں لگانا اور کسی قسم کے صلہ کی اُمید کے بغیر اپنے اور بیگانے کی تمیز کو بالائے طاق رکھکر اُن کی بہبودی چاہنا ہی سچی عبادت ہے۔ وہ جو ایسی عبادت کو چھوڑ کر لمبی لمبی نمازوں یا دعاؤں یا منتروں کیجاپ کو خدا کی پرستش سمجھتے ہیں۔ اِن کے بارے میں مسیح نے خوب کہا ہے۔

"جب تو دعا مانگے ریاکاروں کی مانند مت ہو۔ کیونکہ وے عبادت خانوں میں اور راستوں کے کونوں پر کھڑے ہو کر لمبی لمبی دعائیں مانگنے کو درست رکھتے ہیں۔ تاکہ لوگ اُنہیں دیکھیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنا بدلا پاچکے۔ لیکن جب تو دعا مانگے۔ اپنی کوٹھری میں جا۔ اور اپنا دروازہ بند کرکے

اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے۔ دعا مانگ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں
دیکھتا ہے۔ ظاہر میں تجھے بدلا دیگا۔ اور جب تو دعا مانگے۔ تو غیر قوموں
کی طرح بے فائدہ بک بک مت کر۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی زیادہ گوئی
سے اُن کی سُنی جائیگی۔ پس تو اُن کی مانند مت بن۔ کیونکہ تیرا باپ تیرے
مانگنے سے پہلے اس بات کو جانتا ہے۔ کہ تجھے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے؟
(متی باب ۶- آیت ۵-۸)

ایک رشنلسٹ کے نزدیک بندگان خدا کی بے غرض سیوا کو پس پشت ڈال کر آنکھ بند کرکے
منتروں کا جاپ کرنا یا عبادت گاہوں میں جاکر لمبی لمبی دعائیں مانگنا نہ صرف تضییع اوقات
ہے۔ بلکہ خدا کے ساتھ دل لگی کرنا ہے۔ رشنلسٹ اس قسم کی نماز یا دعا یا پوجا کا قائل نہیں ہے
ہاں وہ جسمانی ورزش کا قائل ہے۔ لیکن اس کے لیئے وہ کسی خاص عبادت گاہ کو ورزش
گاہ بنانے کے حق میں نہیں ہے۔

۲۔ اب دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ ایک رشنلسٹ ماہ رمضان کے روزوں کا پابند ہے
یا نہیں؟ دیکھنا چاہیئے۔ کہ روزہ کی حقیقت کیا ہے۔ ایک مقلد یا مسلمان کے نزدیک
روزہ اس بات کا نام ہے۔ کہ صبح صادق سے کچھ دیر پہلے کھانا پینا ترک کر دیا جائے۔
اور جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ تب تک نہ کچھ کھایا جائے نہ پیا جائے اور نہ مرد
عورت سے یا عورت مرد سے فعل مخصوص کرے۔ ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مرد اور
عورت کے باہمی فعل کو تو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ حکما اور ڈاکٹروں کے نزدیک اگر روزہ
نہ بھی ہو۔ تب بھی دن کے وقت ایسے فعل سے بچنا لازمی ہے۔ اب سوال صرف فاقہ کرنے
کا رہ جاتا ہے۔ رشنلسٹ اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ بعض صورتوں میں فاقہ کرنا صحت
کے لیئے ضروری ہوتا ہے۔ اور فاقہ کرنے سے خوراک کی بھی بچت ہو جاتی ہے۔ اس سے
زیادہ روزہ یا فاقہ کشی کی فلاسفی ایک رشنلسٹ کے نزدیک کچھ نہیں ہے۔ ایک مقلد
یا مسلمان کا یہ اعتقاد کہ رمضان کے روزے رکھنے سے بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے
رشنلسٹ کے لیئے قطعی بے معنی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے۔ تو مقلد کا روزہ کیا ہے؟ صرف

بارہ یا پندرہ گھنٹہ کا فاقہ ہے۔ مگر کیا اس فاقہ سے خوراک وغیرہ میں کمی یا بچت ہو جاتی ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ ایک مقلد روزوں کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ خرچ کرتا اور زیادہ کھانا کھاتا ہے۔ اور آدھی رات کو کھانے کے لیئے اٹھنا نیند کی خرابی یا خلاف قاعدہ پیٹ پر بوجھ ڈالنا صحت کے لیئے بھی چنداں مفید ثابت نہیں ہوتا۔ پس ایک غیر مقلد کے نزدیک مقلد کا روزہ اپنے اصلی مقصد کو پورا کرنے سے قطعی قاصر رہتا ہے۔ اس کے برعکس غیر مقلد کا روزہ زیادہ مفید پڑتا ہے۔ کیونکہ جس طرح کہ مقلد صبح صادق سے کچھ دیر پہلے سے لے کر دن غروب ہونے تک تقریباً بارہ یا پندرہ گھنٹہ کا فاقہ کرتا ہے۔ اسی طرح ایک راشنلسٹ یا غیر مقلد سورج غروب ہونے سے کچھ دیر بعد سے لے کر صبح کے آٹھ یا نو بجے تک تقریباً بارہ یا پندرہ گھنٹہ کا فاقہ کرتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ مقلد اپنے فاقہ کے لیئے دن کا وقت پسند کرتا ہے۔ اور غیر مقلد رات کا وقت پسند کرتا ہے۔ اور دونوں صورتوں میں وقت کی مقدار تقریباً یکساں رہتی ہے۔ مسیح نے روزہ کے متعلق کیا خوب جواب دیا ہے۔

> وہ اس وقت یوحنا کے شاگردوں نے اس کے پاس آکر کہا۔ کہ ہم اور فریسی تو روزہ رکھتے ہیں۔ مگر تیرے شاگرد کیوں روزہ نہیں رکھتے مسیح نے ان سے کہا کہ جس صورت میں کہ دولہا برات کے ساتھ ہو کیا براتیوں کو بھوکا مرنا چاہیئے لیکن وہ دن آئیں گے۔ جبکہ دولہا ان سے جدا کیا جائیگا۔ تب وہ روزہ رکھیں گے
>
> (متی باب ۹۔ آیت ۱۴۔ ۱۵)

مسیح ایک مشرقی تھا۔ اس نے مشرق کے دستور کے مطابق جواب دیا۔ اور اس نے دلہا کی موجودگی میں براتیوں کا بھوکا رہنا ایک قسم کی بدشگونی بتایا۔ کیونکہ مشرق میں چولھے میں آگ کا روشن ہونا ماتم کی علامت ہے۔ مسیح نے اپنے آپ کو دلہا کی شکل میں اور اپنے براتیوں کو شاگردوں کی شکل میں پیش کیا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو مسیح کیساتھ مشرقی قاعدہ کے مطابق بطور ایک دلہا کے ہی سلوک کیا گیا۔ مشرق میں دلہا کے سر پر پھولوں کا سہرا باندھا جاتا ہے۔ مسیح کے سر پر بھی سہرا باندھا گیا۔ مگر وہ

کانٹوں کا تھا۔ مشرقی قاعدہ کے مطابق مسیح کو ارغوانی لباس پہنایا گیا۔ آخر کار مسیح اپنی دلہن سے ہم کنار ہوا۔ یہ دلہن کیا تھی؟ صلیب تھی۔ جس کو اُس نے اپنے لئے پسند کیا۔ اور دوسرے سے بھی کہا:۔

اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے۔ تو اُس کو چاہیئے کہ وہ پہلے اپنی جان سے انکار کرے۔ اور اپنی صلیب آپ اٹھا کر میری پیروی کرے۔ کیونکہ وہ جو اپنی جان بچانی چاہتا ہے۔ وہ اُس کو کھوئیگا۔ اور جو اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ وہ اِس کو پائیگا*۔ (متی باب ۱۶۔ آیت ۲۴-۲۵)

مسیح نے دُلہا اور برات کی مثال دے کر اپنے شاگردوں کو روزہ سے الگ رکھا۔ لیکن ایک ریشنلسٹ علم وعقل۔ صحت وبچپت کے لحاظ سے کبھی کبھی فاقہ کرنے کے توحق میں ہے۔ مگر وہ بطور ثواب حاصل کرنے رمضان شریف کے روزے رکھنا اپنے لیئے ضروری نہیں سمجھتا*"

۳۔ اب تیسرا سوال قربانی کا ہے۔ خود قرآن شریف میں ہی لکھا ہے کہ جن جانوروں کی تم قربانی کرتے ہو۔ اُن کا نہ تو خدا کو گوشت پہنچتا ہے۔ نہ خون۔ بلکہ خدا تمہارے دل کی پرہیزگاری کو چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں قربانی ایک ایسا فرض نہیں ہے۔ کہ جسکے ادا کرنے کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہ کہا جا سکتا ہو۔ مگر تاہم یہ رسم مذہبی رنگت میں ادا کی جاتی ہے۔ ریشنلسٹ کے نزدیک بطور ایک مذہبی رسم کے قربانی کی کوئی قیمت نہیں ہے*"

۴۔ چوتھا سوال حج کے بارے میں ہے۔ جو اگرچہ ہر ایک مسلمان پر فرض نہیں ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص مکہ شریف کا حج یا یاترا کر آئے۔ تو مذہبی نقطہ خیال سے وہ خدا کے نزدیک خاص ثواب کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ مگر ایک ریشنلسٹ کے نزدیک حج کے معنی ممالک غیر کی سیر وسیاحت سے زیادہ اور کچھ نہیں ہیں*

۵۔ پانچواں سوال زکوٰۃ کا ہے۔ مقلد یا مسلمان کے نزدیک زکوٰۃ آمدنی کا ایک خاص حصہ خیرات کرنے کا نام ہے۔ اگر یہ خیرات اِس نیت سے کیجاتی ہے۔ کہ

اس کام صرف ہے کے بعد کوئی خاص صلہ ملیگا۔ تو ایک رشنلسٹ کے نزدیک یہ کوئی قابل تقلید کام نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کا مقصد کسی قسم کے صلہ کی تمنا کے بغیر محتاجوں یا غریبوں کی مدد کرنا ہو۔ تو اس صورت میں آمدنی کا خاص حصہ تو ایک طرف اگر سال کا سارا روپیہ بھی اس کام پر لگا دیا جائے۔ تو عین مناسب ہوگا ”

مذکورہ بالا پانچ باتوں کے بارے میں ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد کی جو پوزیشن ہے وہ ظاہر کر دی گئی ہے۔ آیا ایک ایسا شخص جو نماز۔ روزہ۔ حج۔ قربانی۔ اور زکوۃ کے بارے میں مذکورہ بالا خیالات رکھتا ہو۔ وہ مقلدین کے نزدیک مسلمان سمجھا جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ یہ تیسرا سوال ہے۔ جس کا جواب مقلدین کے ذمہ ہے +

پانچویں فصل

داڑھی مونچھ وغیرہ اور بھگشن کے متعلق ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد کی پوزیشن

رسالت۔ قرآن شریف۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ۔ قربانی کے بارے میں رشنلسٹ کی پوزیشن بیان کی جا چکی ہے۔ ایک مقلد یا مسلمان کے نزدیک یہی باتیں اسلام کے بڑے بڑے ارکان ہیں۔ اگرچہ یہ باتیں اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آیا ایک رشنلسٹ یا غیر مقلد ان خیالات کو رکھکر جو کہ اوپر بیان کئے گئے ہیں ایک مقلد یا مسلمان کے نزدیک مسلمان ہو سکتا ہے۔ یا مسلمان سمجھا جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ مگر ان کے علاوہ مقلد بہت سی ایسی باتیں بھی مذہبی رنگت میں پیش کرتا ہے۔ جو کو وہ اپنی قیمت کے لحاظ سے ایک رشنلسٹ کے نزدیک بالکل مضحکہ خیز ہوں۔ مگر وہ ایک مقلد کے نزدیک بڑا وزن رکھتی ہیں۔ اور اگر وہ باتیں ایک خاص طریقہ پر جس کو کہ مقلد کی اصطلاح میں سنت نبوی کہا جاتا ہے۔ ادا نہ کی جائیں۔ تو اسلام میں ضعف آنیکا

اندیشہ ہے۔ مثلاً ایک مقلد کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ مونچھوں کے درمیانی حصہ کو قینچی سے ترشوا ڈالے اور داڑھی کو بڑھائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو مقلد کے نزدیک سنت نبوی کو توڑتا ہے۔ اور وہ ایک دیندار مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مقلد کا یہ فعل ایک رشنلسٹ کے لئے محض اسلئے قابل تسلیم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ایک خاص رسول کا جاری کیا ہوا ہے۔ بنابریں باعث ثواب ہے۔ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے۔ ایک رشنلسٹ کے نزدیک ثواب و عذاب کی قیمت محض صفر ہے۔ وہ کوئی کام اس لئے نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس کے کرنے میں اس کو ثواب کی امید دلائی جاتی ہے مذہبی معاملات میں رشنلسٹ اس قسم کے کسی بینک کا قائل نہیں ہے جس میں کہ بالوں کے کٹوانے یا حجامت بنوانے کا ثواب یا عذاب جمع ہوتا رہتا ہو۔ بلکہ وہ نو نقد۔ نہ تیرہ ادھار کے مقولہ کو زیادہ محفوظ سمجھتا ہے۔ رشنلسٹ کے نزدیک مونچھوں کے درمیانی حصہ کو کٹوانے کی فلاسفی صرف اسی قدر ہے۔ کہ اگر یہ بال کاٹ دیے جائیں تو ان میں ناک کی میل یا کھانا کھاتے وقت کھانے کے ریزے جو کہ انسان کو کراہت کا شکار نہیں بنا سکیں گے۔ اور اس کو صاف ستھرا رہنے میں آسانی ہوگی۔ اس لحاظ سے رشنلسٹ مونچھوں کے درمیانی بال ترشوانے کی بجائے داڑھی مونچھ کی بالکل صفائی کروا لینا مناسب سمجھیگا۔ کیونکہ مونچھوں کے درمیانی بال ترشوانے سے مونچھوں کے کناروں کے بال یا داڑھی کے بال انسان کو اس روزمرہ کی کراہیت و بیہودگی سے نہیں بچا سکتے جس کا کہ اس کو دودھ۔ چھاچھ۔ یا چا وغیرہ پینے اور خاص کر اس طلسم میں کھیر کھاتے وقت شکار ہونا پڑتا ہے رشنلسٹ چھوت چھات کا قائل نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کو یہ کہا جائے کہ تم ایک ایسے جنٹلمین کے ساتھ ایک ہی میز پر کھانا کھا لو۔ جس کی کہ مونچھیں اور داڑھی بہت لمبی ہیں۔ اور کہ اس کھانے میں کھیر یا کسی قسم کی کوئی دوسری چیز بھی ہو۔ تو وہ اول تو اس لمبی مونچھوں اور لمبی داڑھی والے جنٹلمین کے ساتھ ایک ہی میز پر بیٹھکر کھانا کھانے سے انکار کریگا۔ یا اگر وہ کھائیگا۔ تو وہ اس جنٹلمین کے چہرے کی طرف ہرگز نظر اٹھا کر نہیں دیکھیگا۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ جنٹلمین کسی غیر قوم یا دستے والے فرقہ سے تعلق

رکھتا ہے۔ بلکہ اس لیئے کہ ایک رشنلسٹ اس بات کو جانتا ہے۔ کہ گھیر نے اس کی داڑھی اور مونچھوں کے ساتھ سازش کر کے اس جنٹلمین کی شکل کو ایسا بُرا بنا دیا ہے جس کو دیکھکر رشنلسٹ کو کراہیت آجائیگی۔ اس کی بھوک کو ضرر صدمہ پہونچے گا۔ اسی طرح ایک رشنلسٹ اس چھپائل اور شائل جنٹل مین کی طرف جبکہ وہ دو دو ۔ چھا چھ ۔ یا چاری رہا ہو۔ دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ قیاس چاہتا ہے۔ کہ اس قسم کی ڈاڑھی مونچھوں والا جنٹلمین ایسے موقعوں پر خود بھی بعض اوقات ڈاڑھی و مونچھوں کے مذہبی تقدس سے تنگ آجاتا ہوگا اسی طرح مقلد کے نزدیک کپڑوں کو ایک خاص طرز پر پہننا اور اسی قسم کی دیگر باتوں کو مدنظر رکھنا مذہبی تقدس میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ باتیں ایک قسم کا فیشن ہے۔ اور فیشن ہر ملک و قوم و زمانہ کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے :-

۲- دوسرا سوال بھکش ابھکش کا ہے۔ یعنی کیا کھانا چاہیئے۔ اور کیا نہیں کھانا چاہیئے ایک مقلد یا مسلمان اس سوال کو مذہبی رنگت میں حل کرتا ہے۔ اور وہ اس سوال کے حل کرنے کے لیئے خدا کی کتاب کو یا شریعت کو اپنی مدد کے لیئے بلاتا ہے۔ مگر ایک رشنلسٹ اس سوال کو حفظ صحت کے اصولوں یا اپنی ذاتی رغبت و نفرت کی بنا پر حل کرتا ہے کھانے پینے کے سوال کو جس خوبی سے مسیح نے حل کیا ہے۔ اس خوبی کیساتھ کسی دوسرے مذہب نے حل نہیں کیا۔ مسیح کہتا ہے۔

"سنو اور سمجھو۔ جو چیز باہر سے تمہارے اندر جاتی ہے۔ وہ تمہیں ناپاک نہیں کرتی۔ بلکہ وہ تمہارے اندر سے باہر نکلتی ہے۔ وہی ناپاک ہے +"

(متی باب ۱۵- آیت ۱۳)

مسیح نے اس ایک ہی فقرہ میں بھکش ابھکش یا کھان پان کا فیصلہ کر دیا اور یہ ایک ایسا رشنیل یا معقول حل ہے۔ کہ جو واقعات کی بنا پر ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ باہر سے تازہ ہوا ہمارے اندر جاتی ہے۔ مگر جب وہ اندر سے باہر آتی ہے۔ تو خراب ہوتی ہے۔ پانی جب باہر سے ہمارے اندر جاتا ہے۔ تو وہ صاف ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ ہمارے اندر سے باہر نکلتا ہے تو خراب ہوتا ہے۔ کھانا جب باہر سے اندر جاتا ہے۔ تو صاف

ستھرا ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ہمارے اندر سے خارج ہوتا ہے۔ تو خراب ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ مسیح نے اپنے اس مختصر سے کلام میں اس بات کا فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ:۔
"جو کچھ منہ میں پڑتا ہے۔ وہ پیٹ میں سے ہوکر خارج ہو جاتا ہے۔ اور گڑھے میں پھینکا جاتا ہے۔ لیکن وہ باتیں جو منہ سے نکلتی ہیں۔ وہ دل سے آتی ہیں اور وہ آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ کیونکہ برے خیالات۔ خون کرنا۔ زنا کاری۔ حرام کاری۔ چوری۔ جھوٹی گواہی۔ اور فضول بکواس سب دل سے آتے اور آدمی کو ناپاک کرتے ہیں۔ مگر بغیر ہاتھ دہوئے کھانا کھا لینا آدمی کو۔ ناپاک نہیں کرتا"۔ (متی باب ۱۵۔ آیت ۱۷۔ ۲۰)

کھانے پینے کے متعلق جن اہل شریعت یہودیوں سے حضرت مسیح کو پالا پڑا تھا۔ ان سے ہی حضرت محمد صاحب کو واسطہ پڑا۔ اور جو سوال وہ پہلے مسیح سے کر چکے تھے۔ اب وہی سوال انہوں نے حضرت محمد سے کر دیا۔ سورۃ الانعام میں اس بحث کا مفصل ذکر موجود ہے۔ آخر جب یہودیوں نے کسی طرح نہ مانا۔ تو حضرت محمد نے ان کے مقابلہ پر وہی ہتھیار استعمال کیا۔ جو کہ حضرت مسیح نے کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً۔ ماظہر منہا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تعقلون۔ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتی یبلغ اشدہٗ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط۔ لا نکلف نفساً الا وسعہا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا القربیٰ وبعہد اللہ اوفوا ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تذکرون۔ وان ہٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبیل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تتقون۔ (پ ۸۔ انعام۔ ۱۹ع)۔

"ادھر آؤ۔ میں تم کو وہ باتیں سناؤں۔ جو تمہارے خدا نے تمہارے لئے حرام کی ہیں (سنو وہ باتیں یہ ہیں) دنیا کی کسی چیز کو خدا کے برابر مت سمجھو۔ اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر کے مارے قتل مت کرو۔ ہم اُن کو اور تم کو رزق دیتے ہیں۔ بے حیائی کی باتوں

کے نزدیک مت جاؤ۔ خواہ وہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ۔ کسی نفس کو بلا وجہ قتل مت کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے۔ خدا نے تم کو ان باتوں کی ہدایت کی ہے۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔ یتیم کے مال میں دست برد مت کرو بلکہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ اُس کے مال کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ اپنے ماپوں اور تولوں کو درست کرو خدا کسی جو پراس کی طاقت سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتا مگر تم کو شہادت دینی پڑے تو خواہ اپنا رشتہ دار بھی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ اور تم خدا کے نام پر جو وعدہ کر لو اُس کو پورا کرو خدا نے اِن باتوں کی ہدایت کی ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یہی خدا کا راستہ ہے۔ اسی پر چلو۔ اس اصول کو نظر انداز کر کے اگر تم فروعات میں پڑو گے تو تم خدا کے راستے بھٹک کر پھوٹ اور نفاق کا شکار ہو جاؤ گے۔ خدا تم کو اسی اصول پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ تاکہ تم ہلاکت سے بچو،،

اس بحث کا خاتمہ کرنے کے لئے کہ خدا نے کونسی چیز کھانے کے لئے حرام کی ہے اور کونسی چیز حرام بتائی ہے۔ مذکورہ بالا جواب بالکل ایک معقول یا رشنل جواب ہے اس میں اس بات کی بھی توضیح کردی گئی ہے۔ کہ اگر تم ان باتوں کو نظر انداز کر کے کھانے پینے کے متعلق فروعات میں پڑو گے تو تم میں پھوٹ پڑ جائیگی اور تم آپس میں ہی سر پھٹول ہو کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ اس صداقت کا نتیجہ ہم کو اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے کھانے پینے کے معاملات میں ایک ہندو مسلمان سے اس لئے نفرت کرتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک مسلمان ایک ایسے جانور کا گوشت کھالیتا ہے جس کا گوشت ہندو کے نزدیک حرام ہے۔ اس کے برعکس ایک مسلمان عیسائی سے اس لئے نفرت کرتا ہے۔ کیونکہ عیسائی ایک ایسے جانور کا گوشت کھالیتا ہے۔ جو کہ مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ اسی طرح سکھ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت اس لئے نہیں کھاتے کیونکہ وہ حلال کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان سکھوں کے ہاتھ کا تیار کیا ہوا گوشت اس لئے نہیں کھاتے۔ کیونکہ وہ جھٹکا کیا ہوا ہوتا ہے۔ الغرض اس کھانے

پینے کے مسئلہ پر ہماری آنکھوں کے سامنے ہی مختلف قوموں میں نفاق بڑھ رہا اور سر پھٹول ہو رہا ہے - جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ جو باتیں حقیقت میں حرام یا ناپاک ہیں جن کی طرف مسیح اور محمد نے صاف الفاظ میں اشارہ کیا ہے - اُن کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہے - مگر کھانے پینے کے بارے میں ریشنل پوزیشن اس کے سوائے کچھ نہیں ہے کہ حفظ صحت کے قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے جس چیز کو طبیعت پسند کرے کھالی جائے - اور جس سے نفرت آئے - وہ نہ کھائی جائے - ایک ریشنلسٹ کے نزدیک حلال اور جھٹکے بیف اور پورک کا سوال تجارتی اصول تو اسی قدر ہے کہ آیا گوشت کھانا چاہیئے یا نہیں - اگر ایک ریشنلسٹ کو اس کا جواب ہاں میں ملتا ہے - تو اسکے نزدیک حلال اور جھٹکا بیف اور پورک کا جھگڑا فضول ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کو اس سوال کا جواب نفی میں ملتا ہے تو بھی حلال اور جھٹکا - بیف اور پورک کا جھگڑا - اس کے نزدیک ایک مقلد یا مسلمان کے نزدیک ایسا ریشنلسٹ جس کی کھانے پینے کے بارے میں مذکورہ بالا پوزیشن ہو مسلمان سمجھا جا سکتا ہے ؟ یہ چوتھا سوال ہے - جس کا جواب مقلدین کے ذمہ ہے :-

چھٹی فصل

مردہ کو جلانے یا دبانے کے متعلق ایک نیشنلسٹ یا غیر مقلد کی پوزیشن

بھکش ابھکش یا کیا کھانا چاہیئے۔ اور کیا نہ کھانا چاہیئے۔ اس کے بارے میں ایک نیشنلسٹ کی پوزیشن بیان کی جا چکی ہے۔ اب ریشنلسٹ کے اس سوال کا جواب دینا چاہیئے اس کے بارے میں اس کی پوزیشن کیا ہے؟ پیشتر اس کے کہ اس سوال کا جواب پایا جائے دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایک مقلد یا مسلمان کی اس بارے میں کیا پوزیشن ہے۔ اور وہ کیوں ہے؟ مقلد یا مسلمان کے نزدیک مردہ کو دبانا ہی لازمی اور ضروری ہے۔ مگر کیوں؟ اس لیئے کہ اس کا اعتقاد ہے۔ کہ جب انسان مر جاتا ہے۔ اور اس کے جسم کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ تو اس کے پاس دو فرشتے منکر اور نکیر آتے ہیں۔ اگر وہ اُن کے سوالوں کا جواب درست دیتا ہے۔ تو اُس کو قبر میں آرام ملتا ہے۔ ورنہ بحالت دیگر وہ سخت عذاب پاتا ہے۔ مقلد کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ قیامت کے دن خدا مردوں کو اپنے پہلے جسموں کے ساتھ دوبارہ زندہ کرے گا۔ تاکہ اُن کی اعمال کی سزا و جزا دے سکے مذکورہ بالا دونوں امتحانوں میں موجود رہنے کے لیئے مقلد کے نزدیک یہ لازمی امر ہے۔ کہ مردہ کے جسم کو جلانے کی بجائے دبایا جائے۔ پیشتر اس کے کہ اس بارے میں ایک غیر مقلد کی پوزیشن کا پتہ لگایا جائے۔ دیکھنا چاہیئے کہ خود مقلدین کے نزدیک یہ بات کہ قبر میں مردہ کا امتحان ہوتا ہے۔ کہاں تک درست مانی جاتی ہے۔ مقلدین کے فرقوں میں اہل قرآن کا فرقہ منکر۔ نکیر یا عذاب قبر سے بالکل منکر ہے۔ بلکہ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ روح جسم کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے اور جسم کیساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ اور کہ منکر نکیر یا

عذاب قبر کا مسئلہ محض غلط اور ڈھکوسلا ہے - چنانچہ فرقہ اہل قرآن کے لیڈر مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی نے اپنی تفسیر میں اس بات پر بہت طول طویل بحث کی ہے - وہ اپنی تفسیر میں پہلے اس بات پر بحث کرتا ہے - کہ آیا مقلدین یا عام مسلمانوں کا خیال ہے - کہ روح جسم میں باہر سے ڈالی جاتی ہے - وہ درست ہے - یا یہ کہ روح جسم کے ساتھ ہی بنتی اور جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے - چنانچہ وہ مقلدین کے اعتقاد کی تائید میں چند احادیث کا حوالہ دیتا اور ان کا ساتھ ہی ساتھ رد کرتا چلا جاتا ہے - اس تفسیر کی کسی قدر عبارت بدین الفاظ ہے :-

روایت ہے کہ جب نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے - تو فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے - اور کہتا ہے - کہ اے میرے رب یہ مذکر ہو - یا مونث پس اللہ تعالے اُسے جواب دیتا ہے - کہ ام الکتاب (لوح محفوظ) کی طرف جا - اسمیں اس نطفہ کا تمام حال تجھے مل جائیگا - فرشتہ جاتا ہے - اور تمام پتہ لے کر آتا ہے - پس فرشتے کے رحم میں بھیجے جانے کے یہی معنی ہیں "

۲ - عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے - اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ نے حالانکہ آپ سچ بولنے والے اور سچی بات پہنچائے گئے ہیں - کہ تحقیق تم میں سے ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے پھر اتنی مدت - (چالیس دن) میں لہو کی پھٹکی ہو جاتا ہے - پھر اتنی ہی مدت (چالیس دن) میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے - پھر خدائے تعالی اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے - تو وہ فرشتہ اس میں روح پھونکتا ہے (بخاری و مسلم ") اس حدیث اور ایسی ہی دیگر احادیث سے جو صحیح تسلیم کی گئی ہیں - یہ بیان بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے - کہ ..... ایک سو بیس دن کے بعد فرشتہ آتا ہے اور اس میں روح پھونکتا ہے "

۳ - حذیفہ ابن اسید سے روایت ہے - کہ رسول اللہ نے فرمایا - فرشتہ نطفہ پر داخل ہوتا ہے - جبکہ وہ رحم میں ۴۰ یا ۴۵ رات ٹھہرتا ہے - "مسلم" اس حدیث سے بوجب چالیس اور پنتالیس رات گزرنے پر فرشتہ نطفہ پر داخل ہوتا ہے - حالانکہ

پہلی احادیث کے مطابق ایک سو بیس دن گزرنے پر فرشتہ آتا ہے۔ اس کے بھی برخلاف ایک اور حدیث ہے جس میں ۴۲ راتیں لکھی ہیں ✦ **ترجمہ**:۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ بیشک تحقیق میں نے رسول اللہ سے سنا۔ کہ آپ فرماتے تھے۔ جب نطفہ کو ۴۲ راتیں گزر جاتی ہیں۔ تو اس کی طرف اللہ تعالے فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ تو وہ فرشتہ اس کی صورت بناتا ہے۔ اور پیدا کرتا ہے۔ اس کے کان اور اسکی آنکھیں اور اس کی کھال اور اس کی ہڈی ✦" (پارہ ہفتم۔ صفحہ ۵۳)

مذکورہ بالا احادیث کی بنا پر مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی تفسیر میں اہل حدیث پر بڑا مذاق اڑایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ اگر یہ احادیث درست ہیں تو پھر پردہ نشین عورتوں کی عصمت کے کیا معنی ہیں۔ خاص کر جس صورت میں کہ فرشتوں کو غیر محرم مانا گیا ہو۔ مولوی صاحب نے ایک طول طویل مذاقیہ عبارت کے بعد لکھا ہے ✦۔

"حدیث میں جسقدر رطول ہے وہ سب کا سب فضول ہے ......

انسان کی خلقت بنانے والے فرشتے روح ڈالنے والے فرشتے۔ روح نکالنے والے فرشتے۔ بلکہ خود خدا کو اٹھانے والے فرشتے۔ آج چار اور قیامت کو آٹھ غرض کل خدائی اور خود خدا کو سنبھالنے والے فرشتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

(تفسیر القرآن مصنفہ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی۔ پارہ ہفتم صفحہ ۵۳)

روح کے بارے میں مذکورہ بالا بحث کے بعد مولوی صاحب موصوف نے منکر نکیر اور عذاب قبر پر بدیں الفاظ بحث کی ہے ✦"

عذاب قبر و سوال منکر نکیر کی بنا جھوٹی حدیثوں پر ہے۔ اور بہت سی جھوٹی حدیثیں عذاب قبر و منکر نکیر کے متعلق دیکھی جاتی ہیں جن میں سے چند حدیثیں صرف صحیح بخاری کی یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی دو قبروں پر سے گزرے جن میں میتوں کو گناہ صغیرہ کے بدلے عذاب ملتا تھا۔ ایک بول (پیشاب) کے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ پس آپ نے سبز ٹہنی کو دو پھاڑ کر دیا۔ اور ان دو

وان دو قبروں پر گاڑ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ اس لیئے گاڑی گئی ہیں۔ کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں
تب تک اِن میتوں سے عذاب کی تخفیف رہے۔ مگر یہ فہم سے دور بات ہے۔ کہ سبز ٹہنی
سے عذاب کی تخفیف ہو جائے۔ کیا سبز شاخوں میں خاصیت ہے کہ اُن کے خشک
ہونے تک عذاب قبر سے تخفیف ہو جاتی ہے۔ اگر ہے تو عوام لوگ بہت بھولے
ہوئے ہیں۔ جو سینکڑوں روپے خرچ کر کے مُلّانوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ اِس نیت سے
کہ اُن کی میت کو عذاب قبر سے تخفیف ہو پس ہم انہیں آسان راہ اور سہل ترکیب بتاتی
ہیں۔ کہ وہ نہ روپیہ خرچ کریں نہ پیسہ۔ پانچ سات دن کے بعد جب پہلی شاخیں سوکھ جائیں
تو تازہ شاخیں قبر و نبر اور گاڑ آیا کریں۔ بلکہ قبروں پر بوٹے ہی لگا دیں۔ گر پیٹ بہت بُری
چیز ہے اس لیئے ممکن ہے۔ کہ وہ اس تاویل پر آمادہ کرے۔ کہ وہ تخفیف عذاب محض پیغمبر
کے دست مبارک ہی کے باعث تھی۔ تو پھر شاخ کا پھاڑنا اور ان کا قبر و نبر گاڑنا لغو
ہو گیا۔ مگر کیا نبی بھی لغو کام کرتے ہیں۔ ہر گز نہیں۔"

۲۔ رسول اللہ سے انس روایت کرتے ہیں۔ کہ میت کو جب دفن کر کے لوگ
واپس چلتے ہیں۔ تو میت لوگوں کے جوتوں کی دھمک سنتی ہے اس کے پاس فرشتے آتے
اور اس کو اٹھاتے بٹھاتے ہیں۔ مومنوں کو بہشت دکھاتے اور کافروں کو دوزخ
دکھاتے ہیں۔ اور ان کی آواز بجز جن و انس تمام جاندار سنتے ہیں۔" کیا انسان کی دیگر
حیوانات سے قوت سامعہ کم ہے۔ ہر گز نہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ میت کی آواز
تمام حیوانات تو سُن لیں۔ مگر انسان نہ سنے۔ اگر کوئی وجہ ہے۔ تو یہی معلوم ہوتی ہے
کہ ایسی جھوٹی حدیثوں کے وضع کرنے والے یا یوں کہو کہ پیغمبر خدا پر افترا کرنے والوں
نے یہ خیال کیا ہے۔ کہ اگر کہا گیا۔ کہ میت کی آواز کوئی چیز بھی نہیں سنتی۔ تو یہ لغو بات
ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ آواز ہی کیا ہے۔ جس کو کوئی بھی نہ سن سکے۔ اور اگر کہا گیا کہ تمام
لوگ سنتے ہیں۔ تو یہ بداہت کے خلاف ہے۔ ہر کس و ناکس اس کی تردید و تکذیب
کرے گا۔ آخر یہی سوجھی کہ انسان کے علاوہ دیگر حیوانات کی طرف جو چاہو نسبت کردو
انہوں نے اس کو نہ سمجھنا ہے۔ اور نہ جواب دینا ہے۔ کہ تو جھوٹ کہتا ہی ہم نہیں سنتے۔

ہوؓ ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ جس وقت میت دفن کیجاتی ہے تو دو فرشتے اُس کے پاس آتے ہیں۔ بہت سیاہ رنگت والے اور سخت کبرے۔ ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نکیر ہے۔ وہ میت کو کہتے ہیں۔ کیا کہتا ہے۔ تو اس رجل کے حق میں۔ مومن کہتا ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالےٰ کا ہے۔ اور رسول اُس کا۔ اور پھر وہ میت کو کہتے ہیں کہ بتحقیق ہم جانتے تھے۔ کہ تو یہی کہیگا۔ پھر فراخ کی جاتی ہے قبر اُس کی ستر مربع گز۔ پھر کہا جاتا ہے اِس میت کو سو رہو۔ وہ کہتا ہے۔ میں اپنے اہل کے پاس واپس جاتا ہوں۔ اِس لیئے کہ جاکر اُن کو خبر سناؤں۔ پھر کہتے ہیں وہ فرشتے سو رہ مانند سو رہنے نئی دلہن کے جو کہ نہیں بیدار کرتا اس کو مگر بہت حبیب اہل سے۔ پھر وہ سویا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُٹھائے گا اللہ تعالےٰ اِس کو قیامت کیدن اپنی خوابگاہ سے؟ اب مذکورہ بالا جھوٹی حدیثوں سے جو رسول اللہ پر محض بہتان و افترا ہیں۔ اِن میں سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ میت کلام کرتی ہے۔ دوم یہ کہ لوگوں کی آواز کو سنتی ہے۔ سوم یہ کہ بُری میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اور مومن میت کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اِن کی تردید کلام مجید سے کی جاتی ہے۔

(منقول از تفسیر القرآن مصنفہ مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی پارہ پنجم صفحہ ۹۸)

مذکورہ بالا بحث کے بعد مولوی صاحب موصوف نے قرآن شریف سے اِس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ منکر نکیر اور قبر کا عذاب بالکل ڈھکوسلا ہے۔ اور کہ جس صورت میں کہ ازروے قرآن شریف روح جسم کے ساتھ ہی پیدا ہوتی اور جسم کیساتھ ہی فنا ہو جاتی ہو۔ اِس صورت میں یہ کہنا کہ مردہ کے پاس قبر میں منکر نکیر آتے اور اس کو عذاب دیتے ہیں۔ بالکل جھوٹ ہے اگر اِس بحث کو نظر انداز بھی کر دیا جائے۔ کہ روح جسم کے ساتھ پیدا ہوتی اور جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ تو بھی ایک متقلد یا مسلمان کا عذاب قبر اور منکر نکیر سے منکر ہو جانا اور اپنے انکار کی وجوہات پیش کرنا رشنلزم کی طرف ایک اتنی بڑی چھلانگ ہے۔ کہ جو درحقیقت قابل تعریف ہے جب منکر نکیر کا آنا یا قبر میں عذاب ہونا ایک رشنیل طریقہ پر غلط ثابت ہو گیا تو اب ایک رشنلسٹ

کے واسطے اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے میدان صاف ہو جاتا ہے۔ کہ وہ منکر نکیر یا عذاب قبر کے ڈھکوسلے کو قطعی الگ کر کے اس بات پر غور کرے۔ کہ اس کے نزدیک مردہ کو جلانے یا دبانے میں سے کونسا طریقہ زیادہ معقول ہے۔ ایک رشنلسٹ اس سوال کو مذہبی رنگت میں حل نہیں کرے گا۔ بلکہ حالات کے مطابق حل کرے گا۔ وہ اس بات پر زور نہیں دے گا۔ کہ اگر مردہ کو جلانے کی بجائے دبایا جائے یا دبانے کی بجائے جلایا جائے تو وہ جہنم میں چلا جائیگا۔ بلکہ ایک رشنلسٹ یہ فیصلہ دے گا۔ کہ اگر ایک شخص تختہ جہاز پر جبکہ جہاز ایک وسیع سمندر میں جا رہا ہو۔ مر جائے تو اس کی نعش کو فوراً سمندر میں پھینک دینا چاہئیے۔ اگر ایک شخص قطب شمالی یا جنوبی میں مر جائے۔ جہاں پر کہ جلانے کے لئے لکڑی موجود نہیں ہے۔ تو اس کی لاش کو برف کے نیچے دبا دینا چاہئیے۔ اسی طرح اگر ایک شخص عرب یا افریقہ کے ایسے ریگستانوں میں مر جاتا ہے۔ جہاں نہ پانی ہے۔ نہ لکڑی۔ تو اس کو ریت میں ہی دبا دینا مناسب ہے۔ لیکن اگر ایک شخص کسی ایسی جگہ مر جاتا ہے۔ جہاں پر کہ لکڑی بکثرت موجود ہے یا مردہ کو جلانیکا کوئی اور طریقہ ایجاد ہو چکا ہے۔ تو اس کو جلا دینا چاہئیے۔ کیونکہ کسی ایسے ملک میں آبادی دن بدن بڑھ رہی ہو۔ اور جہاں لکڑی بھی بکثرت موجود ہو۔ وہاں پر زمین کو زندہ انسانوں کے قبضے سے نکال کر مردوں کے حوالے کرتے جانا ایک رشنلسٹ کے نزدیک کوئی معقول بات نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جس صورت میں کہ رشنلسٹ قبر کے عذاب منکر نکیر کا منکر ہونے کی وجہ سے مردہ کو دبانے یا جلانے کے بارے میں اس قسم کے خیالات رکھتا ہو۔ جو کہ ایک مقلد یا دیندار مسلمان کے خیالات سے بالکل مختلف ہیں۔ اس صورت میں آیا ایسا غیر مقلد یا رشنلسٹ مسلمان سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں یہ پانچواں سوال ہے۔ جس کا جواب مقلدین کے ذمہ ہے۔

ساتویں فصل

آخری مگر ضروری کلمات

رسالت قرآن شریف۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ قربانی۔ کھان۔ پان کفن دفن وغیرہ کے بارے میں ایک نارشنلسٹ یا غیر مقلد کے مذکورہ بالا خیالات کو سنکر یا مطالعہ کر کے ایک مقلد مسلمان یہی فتوے دے گا کہ جس شخص کے اسلام کے بڑے بڑے ارکان کے بارے میں اس قسم کے خیالات ہوں۔ وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں کہا جا سکتا اور کہ وہ ابدالآباد جہنم میں رہے گا۔ مگر یہاں پر غیر مقلد مقلد سے ایک چھوٹا سا سوال کرنا پسند کرے گا۔ اور وہ یہ کہ اس کے نزدیک رسالت محمدی کو تسلیم کرنے۔ قرآن شریف کو منجانب اللہ سمجھنے۔ نماز پڑھنے۔ روزہ رکھنے۔ حج کرنے۔ زکوٰۃ دینے۔ قربانی کرنے۔ شریعت محمدی کے مطابق کھانے پینے اور کفن دفن کرنے وغیرہ تمام اعمال کا نتیجہ کیا ہوگا۔ مقلد اس کا یہی جواب دے گا۔ کہ ان اعمال کا نتیجہ نجات یا بہشت ہے۔ اور کہ جو ان اعمال کو شریعت محمدی کے تابع ہو کر نہیں کرتا۔ وہ جہنم میں جائیگا۔ اب اگرچہ ایک غیر مقلد یا رشنلسٹ بہشت کا طالب نہیں ہے۔ مگر پھر بھی وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ آیا وہ بہشت میں جا سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اس بات کا پتہ لگائے۔ کہ اس کو بہشت میں داخل ہونیکا ٹکٹ مل سکتا ہے۔ یا نہیں۔ وہ دریافت کرتا ہے کہ بہشت میں داخلہ کے ٹکٹ کی قیمت یا فیس کیا ہے۔ چنانچہ اس کو آنحضرت صلعم کے دربار سے یہ جواب ملتا ہے۔

وعن ابی ذر قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض وھو نائم ثم اتیتہ وقد استیقظ فقال ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علٰی ذٰلک الا دخل الجنۃ قلت وان زنٰی وان سرق قال وان زنٰی وان سرق قال وان زنٰی وان سرق قلت

وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ وَکَانَ اَبُوْ ذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِھٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمعہ - اور روایت ہے ابی ذر سے کہا آیا میں پاس نبی صلی اللہ وعلیہ وسلم کے اور اوپر حضرت کے کپڑا تھا سفید اور وہ سوتے تھے۔ پھر گیا میں۔ پھر آیا میں اسوقت کہ جاگ گئے تھے۔ پس فرمایا کہ نہیں کوئی بندہ کہ کہے نہیں کوئی معبود مگر اللہ پھر مرے او پر اسی کے مگر کہ داخل ہوگا بہشت میں۔ کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور اگرچہ چوری کرے۔ فرمایا۔ اگرچہ زنا کرے اور اگرچہ چوری کرے۔ کہا میں نے اگرچہ زنا کرے اور اگرچہ چوری کرے فرمایا اگرچہ زنا کرے اور اگرچہ چوری کرے۔ اوپر خاک آلودہ ہونے ناک ابی ذر کے۔ اور تھے ابو ذر جسوقت کہ یہ حدیث بیان کرتے کہتے اگرچہ خاک آلودہ ہو ناک ابی ذر کی روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

مذکورہ بالا فتوے سے یہ بات ظاہر ہوگئی۔ کہ اگر ایک رشینلسٹ صرف "لا الہ الا اللہ" کا قائل ہے۔ اور وہ رسالت۔ قرآن شریف۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ قربانی۔ کھان پان کفن دفن کا شریعت محمدی کے مطابق قائل یا عامل نہیں ہے۔ تو وہ اُن مقلد لوگوں سے "ناک پر خاک ڈال کر" جو شریعت محمدی کے مطابق مذکورہ بالا باتوں کے قائل۔ اور عامل ہیں بہشت میں چلا جائے گا۔ کیونکہ بہشت میں داخلہ کی فیس "لا الہ الا اللہ" ہے۔ جس کو کہ ایک رشینلسٹ ادا کر دیتا ہے۔ اس صورت میں ایک مقلد کا یہ فتوے دینا کہ اگر ایک غیر مقلد یا رشینلسٹ رسالت کا قائل نہیں ہے۔ اور کہ وہ شریعت محمدی کے مطابق نماز روزہ وغیرہ کا عامل نہیں ہے۔ تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور کہ مسلمان نہ ہونے کی صورت میں وہ ابدالاباد جہنم میں رہے گا۔ ایک رشینلسٹ پر کوئی رعب نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ جس شریعت کے تابع ہونے کے لئے مقلد غیر مقلد پر زور ڈال رہا ہے۔ اس کا منشا رحم خود یہ کہہ رہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَنْ یُّدْخِلَ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَمَلُہُ الْجَنَّۃَ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ -

بِفَضْلٍ وَّرَحْمَۃٍ مُّتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمعہ :۔ روایت ہے ابوھریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے نہیں داخل کرے گا تم سے کسی کو عمل اس کا جنت مین صحابہ نے کہا کیا آپ کو بھی فرمایا مجھکو بھی میرا عمل بہشت میں داخل نہ کرے گا جب تک کہ خدا مجھے اپنے فضل و سے ڈھانک نہ لے۔ روایت کی بخاری اور مسلم نے۔

مذکورہ بالا فتوے ایک معتقد کے فتوے سے زیادہ وزن دار ہے۔ اسلیئے کہ یہ ایک ایسے دربار سے جاری ہوا ہے۔ جس کا کہ معتقد مطیع و منقاد ہے۔ اس فتوے کی موجودگی میں معتقد کا اپنے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ۔ قربانی وغیرہ اعمال کو بہشت میں داخل ہونے کی لازمی شرط سمجھنا اور ایک رشنلسٹ یا غیر معتقد کو جہنم میں ڈھکیلنے کی کوشش کرنا ایک ایسی حرکت ہے جس کا ایک رشنلسٹ کوئی نوٹس نہیں لے گا۔ اس تمام تحریر کا مدعا صرف اس بات پر روشنی ڈالنا ہے۔ کہ اگر رسالت۔ قرآن شریف۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوۃ۔ قربانی۔ کھان پان۔ کفن وغیرہ اعتقادات و اعمال کو صرف اس لیئے شریعت محمدی کے تابع ہو کر پورا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا نجات یا بہشت کی تحصیل کے لیئے لازمی شرط ہے تو ایک رشنلسٹ اس لالچ یا مزدوری کی امید پر کام کرنا رشنلزم کی ہتک تصور کرتا ہے۔ کیونکہ رشنلسٹ اپنے کو ایک مزدور یا بیگاری سے بہت ارفع و اعلے سمجھتا ہے۔ رشنلسٹ کے نزدیک ایک بیگاری کی حالت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ ایک ایسی گورنمنٹ کے مطیع ہے جو کھری مزدوری چوکھا کام یا وہ نو نقد نہ تیرہ ادھار کے قانون کو نظر انداز کر کے بیگاری سے صرف ہنٹر یا اگون یا دوزخ کا ڈر دے کر کام لے رہی ہے رشنلسٹ ایسی گورنمنٹ کو انسانیت کے نام پر دھبا اور ایسے بیگاری کی حالت کو سخت قابل رحم تصور کرتا ہے۔ وہ ایک بیگاری کی نسبت ایک مزدور کو زیادہ خوش قسمت سمجھتا ہے۔ کسی ڈر یا عذاب سے متحرک ہو کر نہیں بلکہ اپنی خوشی سے دن بھر مزدوری کرتا اور شام کو اپنی مزدوری کا پھل حاصل کر کے میٹھی نیند سو جاتا ہے۔ لیکن رشنلسٹ اس سے بھی اعلے ہے کیونکہ وہ علم و عقل کی بنا پر ایک کام کو بطور ایک فرض کے پورا کرتا ہے اور وہ فرض

کی ادائیگی میں کسی قسم کے صلہ - مزدوری - ثواب یا انعام کی اُمید نہیں رکھتا۔ جبکہ دوسرا شخص ثواب وعذاب یا ترغیب وتحریص کی مدد سے بطور ایک لدو جانور کے بوجھ اٹھاتا ہے چونکہ ریشنلسٹ کے نزدیک ثواب وعذاب کی قیمت محض صفر ہے - اس لیئے جس بات کو وہ ایک دفعہ بطور یقین کے اپنا فرض سمجھ چکا ہے - وہ اس کو بغیر کسی قسم کی بیرونی تحریک یا ڈر اور لالچ کے کرتا رہے گا - لیکن دوسرا شخص چونکہ بطور ایک بیگاری یا مزدور کے کسی قسم کے ثواب وعذاب اور ترغیب وتحریص کی اُمید پر کام کرتا ہے - اس لیئے اگر اس کے سامنے سے وہ عذاب یا ثواب کا خیال اٹھ جائے - تو وہ اپنے کام کو جس کو کہ وہ اندھے ایمان کی حالت میں کر رہا تھا - فوراً ترک کر دے گا - یا دوسرے الفاظ میں پہلی حالت ایک ایسے طالب علم کی ہے - جو سن بلوغت کو پہنچ چکا ہے - اور جو علم کے فوائد سے واقف ہونے کی بنا پر کسی اسکول یا مکتب میں بڑے شوق سے تحصیل علم کی خاطر جاتا ہے - دوسری حالت ایک ایسے طالب علم کی ہے - جو ابھی بالکل نادان بچہ ہونے کی وجہ سے محض اپنے والدین کے ڈر کے مارے یا تماشوں کے لالچ کو لے کر سکول میں جاتا ہے - ایسی صورت میں مذہبی دنیا نے اپنے اپنے مذہب کے احکام کی بجا آوری میں ایمان واعتقادات کی بنا پر ثواب وعذاب آواگون یا بہشت اور دوزخ کے جو خیالات بنا رکھے ہیں - وہ ان پڑھوں - جاہلوں - نادانوں یا بچوں کو ایک خاص راستے پر چلانے کے لیئے کسی بھی مذہب کی پروہت کلاس کے ہاتھ میں ایک عمدہ لاٹھی کا کام دیتے ہیں - لیکن اگر وہ پروہت کلاس اس لاٹھی کے ساتھ جس سے کہ وہ جاہلوں کے جم غفیر کو بطور لدو جانوروں کے ہانک رہی ہے - ایک ریشنلسٹ کو بھی ہانکنا چاہے - تو صرف یہی نہیں کہ ریشنلسٹ اس کو اپنی ہتک تصور کرے گا - بلکہ وہ اس لاٹھی کو توڑ ڈالنے کے علاوہ پروہت کلاس کو بھی چند دھکیاں دے کر کسی گڑھے میں دھکیل دیگا ریشنل دنیا کے ریشنلسٹوں اور مذہبی دنیا کے پروہتوں میں اگر کبھی کشمکش ہوتی ہے - تو صرف اسی بات کو لیکر ہوتی ہے - کہ ریشنلسٹ انسانوں کو علم وعقل - تجربہ ومشاہدہ کی بنا پر ذہنی اور روحانی آزادی دینے کے حق میں ہے - مگر پروہت کلاس

ان کو بہشت اور دوزخ۔ ثواب اور عذاب یا اوگوں کی لاٹھی سے بطور لدو جانوروں کے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ ایک ریشنلسٹ علم وعقل۔ دلیل وبرہان۔ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر ایسے ہتھیاروں سے مسلح ہوتا ہے۔ جو کہ بہت تیز اور بے خطا ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں پروہت کلاس کے پاس سوائے ایمان واعتقادات کی بوسیدہ چھڑی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ بنابریں اس کشمکش میں ریشنلسٹ کا پاسا ہمیشہ بھاری رہتا ہے۔ اور ایک ریشنلسٹ کے مقابلہ پر آتے ہوئے کسی بھی پروہت کی روح کانپنے کی بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ ریشنلزم کا قلعہ نہایت ہی محفوظ اور مضبوط ہونے کے علاوہ ایک ایسی بلندی پر واقع ہے۔ جہاں سے وہ مذہبی پہلو میں ایمان واعتقادات کی نچلی گھاٹی میں حرکت کرنے والی پروہت کلاس پر بڑی کامیابی سے گولہ باری کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس پروہت کلاس کی بوسیدہ چھڑی اس بلندی تک پہونچنے سے قطعی قاصر ہوتی ہے۔ جہاں پر کہ ایک ریشنلسٹ کھڑا ہے۔ جس پروہت کلاس نے اپنی پوزیشن کی اس کمزوری کو اور اپنے پرانے ہتیاروں کی بوسیدگی کو محسوس کر کے ریشنلزم کے مقابلہ پر زیریں گھاٹیوں کو چھوڑ کر بلند چوٹیوں پر اور اپنے پرانے ہتیاروں کو ترک کر کے نیئے ہتیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کر لیا ہے۔ اسکی پوزیشن اسی قدر محفوظ ہو گئی ہے اور وہ دوسروں کے مقابلہ پر زیادہ جرأت اور دلیری کیساتھ قدم آگے بڑھا رہی ہے۔ لیکن جس پروہت کلاس نے اپنی اس کمزور پوزیشن کو اور اپنے پرانے بوسیدہ ہتیاروں کو ترک نہیں کیا۔ وہ ریشنلزم کی گولہ باری کے سامنے دن بدن پامال ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہمارے ملک میں اس کی بہترین مثال پورانک ہندوازم ہے۔ پورانک ہندوازم بیرونی مذاہب کے مقابلہ پر کھڑا ہوا۔ مگر چونکہ ان کے مذاہب میں ریشنلزم کا عنصر نسبتاً زیادہ تھا۔ اس لیئے پورانک ہندوازم نے ان مذاہب کے مقابلہ پر شکست کھائی۔ سوامی دیانند نے پورانک ہندوازم میں ریشنلزم کا عنصر پیدا کرنیکی کوشش کی اور اس پہلو میں اس کو صرف اسی قدر کامیابی ہوئی کہ اس نے ہندوازم میں ریشنلزم کی چاشنی پیدا کر کے اس کو دیگر مذاہب کے مقابلہ پر کھڑا ہونے کے قابل کر دیا۔

مگر وہ اس کو آواگون وغیرہ کے ڈر اور مکتی کے لالچ سے آزاد کر کے بیگار سسٹم یا مزدوری سسٹم کی سطح سے اوپر نہ کر سکا یہی وجہ ہے کہ رشینلزم کے مقابلہ میں وہ بالکل بیدست وپا ثابت ہوا ہے۔ اور اسی بنا پر ایک رشینلسٹ سوامی دیانند کے اعتقادات پر بڑے اطمینان سے گولہ باری کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس لیئے کہ سوامی دیانند حقیقی معنوں میں رشینلسٹ نہیں تھا۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ رشینلزم یا فرض شناسی کے مقابلہ میں بیگار یا مزدوری سسٹم کو ڈیفنڈ کرنا نہ صرف مشکل کام ہے بلکہ ایک بے فائدہ کوشش ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوامی دیانند کے بعض اعتقادات کی بوسیدگی کے انکشاف سے کثرت سے دیانندی بھائیوں نے اپنے آپ کو ان زنجیروں سے آزاد کر لیا جو کہ سوامی دیانند ان کے گلے میں ڈال گیا تھا۔ اس قسم کی باطل پرستی یا مذہب کے نام سے بیگار سسٹم کی زنجیروں سے بنی نوع انسان کو آزاد کرنا ہی رشینلزم کا مدعا ہے بعض دیانندی بھائیوں نے جیسا کہ پیچھے لکھا جا چکا ہے سوامی دیانندگی پوزیشن کو ڈیفنڈ کرنے کی بجائے مجھے مخاطب کر کے اسلام کے اعتقادات پر حملہ کرنا ضروری سمجھا۔ اور انہوں نے میری باتوں کا جواب دینے کی بجائے ان الزامی حملوں کا مجھ سے جواب طلب کیا۔ جو کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات پر کیئے تھے۔ چنانچہ بعض مسلمانوں نے بھی مجھ سے استدعا کی کہ میں ان الزامی حملوں کا جواب دوں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ میں ان کا جواب کس حیثیت میں دوں؟ کیا میں مسلمان ہوں۔ اگر میں مسلمان ہوں۔ یا میرے مذکورہ بالا خیالات کی موجودگی میں مجھے مسلمان سمجھا جا سکتا ہے۔ تو میرا فرض ہے کہ میں ان کا جواب دوں۔ لیکن اگر میں مسلمان نہیں ہوں۔ یا مجھے مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ تو اسلام کے بارے میں میری وکالت بے معنی ہے۔ کیونکہ وہ اہل اسلام کے لیئے کوئی سند نہیں ہوگی۔ اسلام کے بارے میں میرے کیا خیالات ہیں ان کا اظہار ان صفحات میں کر دیا گیا ہے۔ اب میرے دیانندی دوستوں کو خود ہی سوچنا چاہیئے۔ کہ ان کا ایک رشینلسٹ کی پوزیشن کو نظر انداز کر کے ان اعتقادات پر حملہ کرنا جن کا کہ

وہ قائل نہیں ہے۔ اپنے آپ کو کس قدر بیوقوف بناتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ بطور ایک رشنلسٹ کے میں نے اسلام کے بارے میں اپنے خیالات کا بالکل کھلے الفاظ میں ذکر کر دیا ہے۔ ان خیالات کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے مسلمان دوستوں کو اس بات کا موقع حاصل ہوگا کہ وہ مجھے مسلمان سمجھنے یا کہنے کا فیصلہ کریں۔ قصہ مختصر یہ کہ اگر اسلام رشنلزم ہے۔ تو میں مسلمان ہوں۔ لیکن اگر اسلام باطل پرستی ہے۔ تو میں مسلمان نہیں ہوں ۔

(فقط)

(دھرم پال)

اللہ

محمد
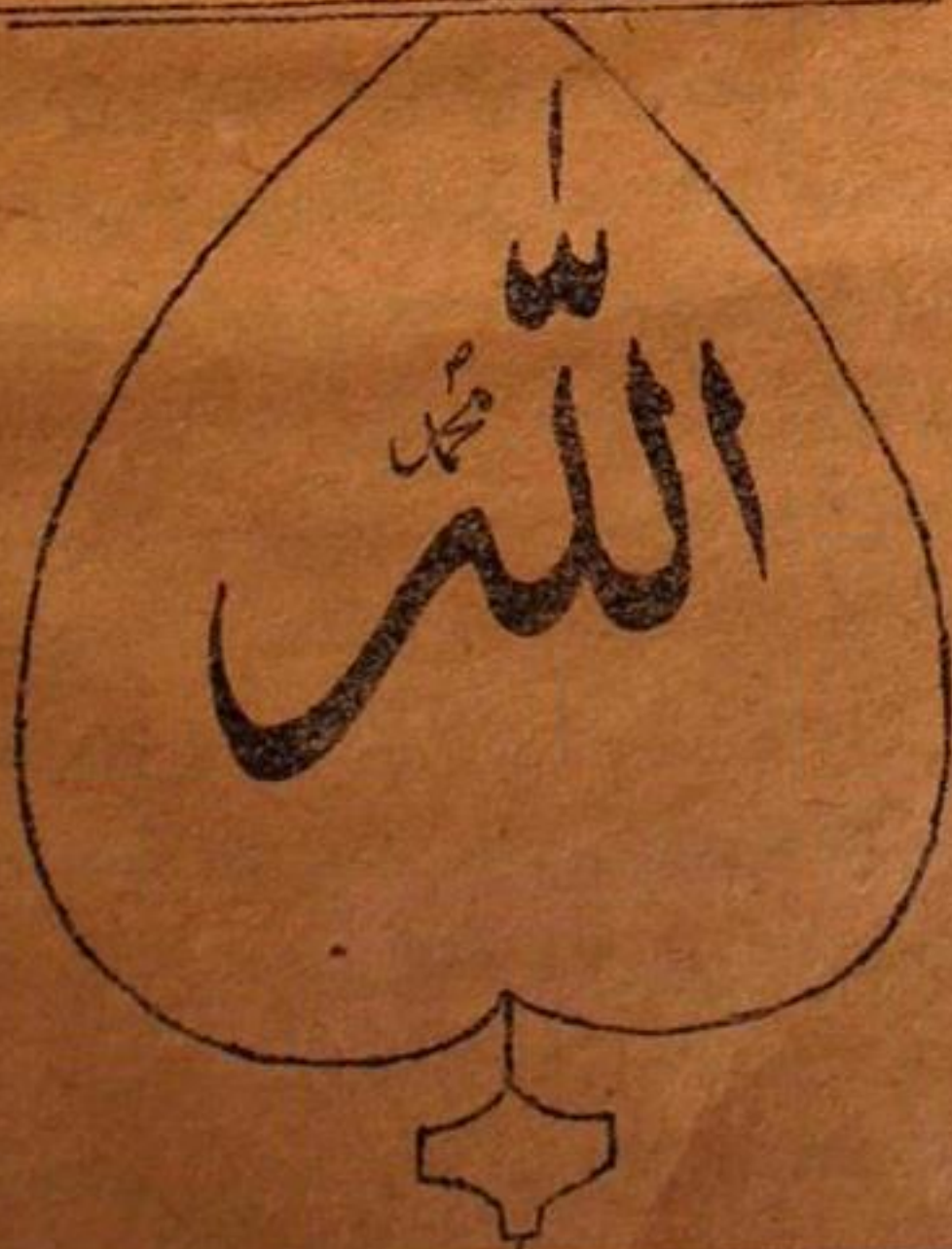
دوسرا حصہ

جولائی ۱۹۱۷ء

اسلام

آٹھویں فصل

رسالت کی حقیقت

رشنلسٹ کی طرف سے پہلا اعتراض رسالت کے بارے میں کیا گیا ہے
وہ نہ تو خدا کا منکر ہے۔ نہ وہ رسالت سے انکار کرتا ہے۔ وہاں وہ اسکی شکل
اپنے الفاظ میں یوں پیش کرتا ہے :-

اگر فرستادہ کے یہ معنی ہوں۔ کہ خدا سے مرکزی طاقت کے ذریعہ
ظہور پذیر ہوا تھا۔ تو ایک رشنلسٹ کو محمد رسول اللہ کا صدق دل
سے اقرار کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا ؏ صفحہ ۱۹

رشنلسٹ خدا کو مرکزی طاقت کے نام سے پکارتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ
محمد رسول اللہ اسی مرکزی طاقت کے ذریعہ ظہور پذیر ہوئے تھے۔ وہ کہتا ہے
کہ اگر رسالت کے یہی معنی ہوں تو اسکو محمد رسول اللہ کا صدق دل سے اقرار
کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر رشنلسٹ کا دماغ رسالت

کو اس کو اِس شکل میں قبول کر کے اِس کو محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے کے لیئے تیار کر دیتا
ہو تو ہم اِس کو اجازت دینگے۔ کہ وہ رسالت کی اِس شکل کو اختیار کر کے محمد رسول اللہ
پڑھ کر اسلام پر قایم ہو جائے۔ لیکن ریشنلسٹ آگے چل کر دوسری بات پیش کرتا ہے کہ

رسالت کی اِس تعریف کے مطابق رسالت کا سلسلہ صرف ایک
ہی اِنسان پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ اِنسانوں کے دائرہ سے گزر کر
حیوانوں درختوں بلکہ جمادات تک وسیع ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ اس
تعریف کے مطابق گھاس کا ایک تنکا تک بھی جو کہ ریگستان کے
اندر اگتا ہے خدا کا فرستادہ ہے۔ بلکہ ریشنلسٹ کے نزدیک وہ بے
بضاعت کیڑا بھی جو کہ بدبودار پانی میں پیدا ہوتا ہے۔ خدا کا سچا رسول ہے۔ اور وہ
اپنے اِس پاک مشن کو جس کے لیئے کہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پورا کر رہا
ہے۔ جس طرح کہ ایک اِنسان اپنے دائرہ میں اپنی رسالت کے فرض
کو پورا کرتا ہو ہو۔

رسالت کو اِن ہی وسیع معنوں میں لیتے ہوے جن معنوں میں کہ ریشنلسٹ اس کو
پیش کرتا ہے اِس بات کا دیکھنا ضروری ہے کہ یہاں پر اِنسانی رسالت کا سوال
پیش ہے۔ نہ کہ نباتاتی۔ حیوانی۔ یا جماداتی رسالت کا سوال۔ جس وقت ہمارے سامنے
یہ سوال آئیگا۔ کہ نباتات۔ حیوانات۔ اور جمادات میں بھی رسول ہوتے ہیں یا نہیں۔ تو
اُسوقت ہم اُسپر غور کرینگے۔ مگر اُسوقت ہمارے سامنے محمد رسول اللہ کی رسالت کا سوال
پیش ہے۔ آیا وہ خدا کے فرستادہ تھے یا نہیں؟ ریشنلسٹ کہتا ہے کہ وہ خدا کے
فرستادہ تھے۔ اس لیئے کہ انھوں نے اپنا وہ مشن جس کے لیئے کہ مرکزی طاقت نے
اُن کو ظاہر کیا تھا۔ کی حقہٗ پورا کیا۔ اب سوال یہ رہجاتا ہے کہ انکا وہ مشن کیا تھا؟ آیا دیگر
اِنسانوں کی طرح زمین پر چلنا پھرنا۔ سونا۔ جاگنا۔ بیاہ شادی کرنا۔ اولاد پیدا کرنا۔ دکھ سکھ
محسوس کرنا ہی تھا۔ یا کچھ اور بھی؟ اگر دیگر اِنسانوں کی طرح انہوں نے صرف اِسی مشن کو
پورا کیا۔ تو وہ ریشنلسٹ کے نقطۂ خیال سے اسی درجہ میں رکھے جائینگے۔ جس درجہ میں اِنسان

نزدیک حیوانات و نباتات یا دیگر انسان اپنا اپنا فطرتی دورہ پورا کر رہے ہیں۔ اس صورت
میں رشنلسٹ کے دماغ سے کسی قسم کا فریڈ ٹیکس وصول کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن
اگر واقعات سے اس بات کا پتہ لگے۔ کہ انہوں نے بشریت کے فطرتی تقاضاؤں کو
احسن طریقہ پر پورا کرنے اور دنیا میں اپنے اسوہ حسنہ چھوڑنے کے علاوہ ایک ایسی چیز
بھی انسان کو وراثت میں دی۔ کہ جس سے اعلیٰ تحفہ ان سے پیشتر انسان کو نہ کبھی ملا۔ اور
نہ ان کے بعد اس سے اعلیٰ چیز اس وقت تک دنیا نے پیدا کی۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ ان کی
رسالت کا مدعا رشنلسٹ کے نقطہ خیال سے عام انسانوں یا حیوانات نباتات
اور جمادات کی طرح بعض فطرتی تقاضاؤں کو پورا کرنا ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس سے بہت
اعلیٰ و افضل تھا۔ یہ مدعا یا مشن اسوقت پورا ہو گیا۔ جبکہ ان کے ذریعہ انسانی دنیا کو
وہ نعمت مل گئی۔ جو کسی دوسرے انسان۔ حیوان یا شجر یا حجر کے ذریعہ نہ دنیا کو ملی تھی
نہ مل سکتی تھی۔ اس نعمت سے ہماری مراد پیغام حق یا کلام الٰہی ہے جو اس
وقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ جس میں نہ صرف وہ تمام صداقتیں محفوظ ہیں جو دنیا
میں ظاہر ہوئیں بلکہ وہ صداقتیں بھی محفوظ ہیں جو ظاہر ہونے والی ہیں۔ یہی وہ بہترین
پیغام تھا جس کے پہنچانے کے لئے آپ مبعوث ہوئے۔ اس لئے ہم صدق دل
سے کہتے ہیں کہ آپ محمد رسول اللہ تھے۔ رسالت کے اس اہم ترین فرض کو کما حقہ بجا لانے
کی وجہ سے ہم آپ کی رسالت کا کلمہ پڑھنا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں۔

۲۔ اب رشنلسٹ دوسری بات پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جس صورت میں
کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ ہی قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں
ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ ہم اسلام میں داخلہ کی لازمی شرط اسی کلمہ کو قرار دیں اور
ہم لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں پڑھیں۔ رشنلسٹ کا دماغ بہت نازک
واقع ہوا ہے۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کے بوجھ کو تو برداشت کر سکتا ہے مگر محمد رسول اللہ کا بوجھ
اس کے لئے بہت ناقابل برداشت ہے۔ مگر یہاں محمد رسول اللہ کی ہی شرط نہیں
ہے۔ بلکہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے [illegible] انبیاء [illegible] کی رسالت پر

ایمان لانا اور صدقِ دل سے انکی رسالت کا کلمہ پڑھنا لازمی امر ہے۔ چنانچہ اسلام میں داخلہ کے ٹکٹ پر لکھا ہوا ہے:۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ پ۳۔ آلِ عمران ر ۹ *

اب یہ سوال اٹھتا ہے۔ کہ دنیا بھر کے انبیاء و رسل پر ایمان لانا مسلم کے لیئے کیوں لازمی قرار دیا گیا ہے؟ اس لیئے کہ دنیا میں جس قدر انبیا و رسل ہوئے ان سب نے دنیا کو اسلام کی دعوت دی اور اہلِ دنیا کو فسق و فجور۔ فواحشات و منکرات اور بت پرستی سے بچنے کے لیئے یہ پیغام سنایا گیا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِىْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (پ۱۷۔ الانبیاء ع ۲)

انبیاء و رسل یہی پیام لیکر دنیا میں آتے رہے۔ اسی پیغام کے لانیوالوں کی حیثیت سے ہی ہم اُن کو انبیا و رسل ماننے کے لیئے مجبور ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہم لا الہ الا اللہ کے ساتھ انبیا و رسل کی رسالت کا اقرار کیوں کریں؟ اس لیئے کہ اگر ہم ان کی رسالت کو نظر انداز کریں۔ تو پھر لا الہ الا اللہ بھی ہمارے لیئے محض مخول کی چیز بن جاتی ہے۔ چنانچہ دنیا کے جن مذاہب نے رسالت کے اس مدعا کو نہ سمجھا محض لا الہ الا اللہ کہنا ہی کافی سمجھ لیا تھا۔ ان کیلئے لا الہ الا اللہ بھی محض تمسخر کی چیز بن گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے نہ صرف اپنے رسولوں یا نبیوں کو خدا یا خدا کا اوتار یا خدا مجسم مان لیا۔ بلکہ بعض صورتوں میں انہوں نے کیڑے مکوڑوں۔ اور سوئر۔ مچھلی تک کو بھی خدا سمجھ لیا۔ رسالت کے اس مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے عیسائی۔ یہودی۔ ہندو بودھ وغیرہ تمام گمراہ ہو گئے۔ دنیا کو اس گمراہی سے نکالنے اور اہلِ اسلام کو اس ٹھوکر سے بچانے کے لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنا لازمی قرار دیا گیا۔ تاکہ ہر ایک کسی

برعکس کہ ہر وقت اس بات کا علم رہتا ہے۔ کہ محمد خدا نہیں ہے۔ خدا کا بیٹا نہیں۔ خدا کا اوتار نہیں۔ خدا کا مجسم نہیں بلکہ وہ محض ایک رسول ہے۔ اور رسول ہونے کی حیثیت سے اسکا ایک بندہ و مخلوق ہے۔ اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو اسلام میں داخلہ کے لئے شہادت لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا ہونا ایک ایسی خوبی حکمت اور دانائی ہے۔ کہ دنیا بھر کا کوئی مذہب اپنے اندر اس خوبی یا حکمت کا نشان نہیں بتلا سکتا۔ اگر خدانخواستہ لا الہ الا اللہ سے محمد رسول اللہ کو یا محمد سے رسول اللہ کے لفظ کو الگ کر دیا جاوے۔ تو تمام مسلم دنیا عیسائیوں، یہودیوں [illegible] اور ہندوؤں کی طرح محمد کو بھی خدا کا بیٹا۔ یا خدا کا اوتار بنا لینے کے خطرہ میں پڑ جاتی۔ تعجب نہیں کہ وہ انکی طرح سور دیوتا اور بچھڑے تک کو بھی خدا ماننے لگ جاتی۔ مسلم کو اس آفت اور گمراہی سے بچانے کے لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ ریشنلسٹ اب یہ کہتا ہے۔ کہ اگر اسلام میں داخلہ کی فیس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہے۔ تو کیا محمد سے پیشتر جس قدر انبیاء و رسل اور ان کے ماننے والے ہوئے۔ وہ سب اسلام سے خارج تھے۔ جبکہ انہوں نے محمد کا کلمہ نہیں پڑھا تھا؟ اس سوال کا جواب قرآن پاک خود دیتا ہے۔ جبکہ وہ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۔ پ ۱۴ النحل ع ۵

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۔ پ ۱۸ المؤمنون ع ۳

رسولوں کا یہ مشن تھا کہ وہ دنیا کو خدا کی طرف بلائیں اور ان کو فسق و فجور سے روکیں۔ رسولوں کے آپس میں یہ تعلق بتایا گیا۔ کہ وہ سب ایک ہی مشن کے [illegible] کرنے والے [illegible] سے [illegible] دنیا [illegible] پیغمبر [illegible] کسی [illegible] ۔۔۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ
وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ + پ ۳ آل عمران ع ۔

خدا سے کتاب اور عقل سلیم اور نبوت حاصل کر کے لوگوں کو یہ کہتا پھرے۔ کہ تم خدا کو چھوڑ کر میری بندگی کرو ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ کہتا ہے۔ کہ تم خدا وحدہ لاشریک کی پرستش کرو جب انبیا و رسل کے منصب کا پتہ لگ گیا۔ تو اُس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات کا پتہ بھی لگ گیا۔ کہ وہ اپنے سے پہلے تمام انبیا اور رسل پر ایمان لاتے تھے اور انکی تصدیق کرتے تھے۔ یا ایک لفظ میں وہ توحید کے منادی اور رسالت کے قائل تھے۔ یہی اسلام میں داخلہ کا ٹکٹ ہے۔ اور اسی شرط کو تمام انبیاء و رسل پورا کرتے آئے اور اسی بنا پر انکو قرآن پاک میں مسلم کے نام سے پکارا گیا۔ اسی شرط کو فی زمانہ ہر ایک شخص پورا کر کے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔ رشنلسٹ کا رسالت کے متعلق اس سوال کا مفصل جواب فتوح الفرقان میں بھی دیا گیا ہے۔“

نویں فصل

قرآن شریف کلام الٰہی ہے

رشنلسٹ کا دوسرا اعتراض اس بات کو لیکر ہے۔ کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید حضرت محمد صاحب کی سوانح عمری ہے اور کہ اس میں ان کے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے لیکچر قلم بند ہیں۔ وغیرہ وغیرہ مگر رشنلسٹ قرآن مجید کو کلام الٰہی ماننے سے کیوں پہلو تہی کرتا ہے۔ وہ اس سوال کی تشریح ٹرکی اور بلگیریا کی مثال کے ذریعہ کرتا ہے اور نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ چونکہ قرآن مجید میں جنگ و جدل کی تعلیم درج کی گئی ہے۔ اس لیئے وہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"اس میں شک نہیں۔ کہ رشنلزم نے قرآن شریف۔ حضرت محمد صاحب اور اسلام کے بارے میں میرے پہلے خیالات کو بہت کچھ تبدیل کر دیا ہے اور یہ اس تبدیلی کا ثبوت ہے۔ کہ میں نے قرآن شریف اور اسلام کے بارے میں اپنی تمام (مخالف) تصانیف کو جلا دیا ہے مگر وہ آگ جو میری کتابوں کو جلا کر خاک کر گئی۔ وہ میرے اس یقین کہ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے۔ ایک معمولی آنچ تک بھی نہ پہنچا سکی نہ ہی میرے اس یقین میں رشنلزم کسی قسم کی تبدیلی کر سکا۔ صفحہ ۸ و ۲۰"

رشنلسٹ کی صداقت پسندی درحقیقت قابل تعریف ہے کہ جب ہی اسکو پتہ لگا کہ اس نے اسلام کے متعلق جن اعتراضات کا بذریعہ تحریر اظہار کیا تھا۔ وہ اسلام پر چسپاں نہیں ہو سکتے تھے۔ اور کہ جس چیز کا نام حقیقت میں اسلام ہے۔ وہ اس قسم کے اعتراضات سے بالکل پاک ہے۔ اس نے فوراً اپنی ایسی تمام کتابوں کو جلا ڈالا۔ مگر رشنلسٹ کی صاف بیانی اس سے بھی بڑھکر قابل تعریف ہے۔ کہ اسلام کی جس تعلیم کو اس نے اپنے نقطہ خیال سے الٰہی کتاب کی شان کے شایاں نہیں سمجھا اس نے اس کو اکتوبر ۱۹۱۳ء کے ویسے ہی زوردار الفاظ میں پیش کیا۔ لیکن ان دونوں باتوں سے بڑھکر رشنلسٹ کی وہ حق پسندی ہے۔ کہ جب ہی اس کو تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر ۳۱ جنوری ۱۹۱۴ء کو اس بات کا پتہ لگتا ہے۔ کہ قرآن پاک کی جنگ وجدل کے متعلق جس تعلیم کو اس نے کلام ربانی کی شان کے شایاں نہیں سمجھا تھا۔ دراصل وہی تعلیم ہے جو کسی دن ایک کٹر رشنلسٹ کو مخلص مسلم بنا دیگی اور وہ ہزار زبان سے چلا اٹھیگا کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

رشنلسٹ کے اس اعتراض کا جواب نہایت ہی مفصل تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر گیان پرکاش کی چوتھی فصل میں دیا گیا ہے ضرورت نہیں کہ اس کو یہاں پر دہرایا جاوے۔ صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ۔ رشنلسٹ کا یہ اعتراض کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہیں ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر جڑ سے کٹ گیا اور اس کو ماننا پڑا۔ کہ درحقیقت قرآن مجید کلام الٰہی ہے جب اس نے قرآن مجید کو کلام الٰہی مان لیا۔ تو سمجھنا چاہئے کہ اس نے جس قدر اعتراضات قرآن مجید

پر کئے - وہ سب ساقط ہونگے :-

دسویں فصل

ارکان اسلام

رشینلسٹ کے دو زبردست بنیادی سوالوں کا جواب دیا جاچکا - یعنی رسالت اور کلام الٰہی - اب وہ کہتا ہے کہ جس طریقہ پر مسلمان نماز ادا کرتا ہے - اس نماز کا تعلق خدا کی پرستش کے ساتھ اتنا نہیں ہے جتنا کہ اس کے اپنے جسم کی ورزش یا رگوں پٹھوں کی مضبوطی سے ہے - رشینلسٹ کے نزدیک اس قسم کی نماز مذہبی لباس میں ایک جسمانی ورزش یا قومی ڈرل ہے - مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر رشینلسٹ کے نزدیک نماز محض ایک جسمانی ورزش یا قومی ڈرل ہی ہے تو بھی سمجھنا چاہیئے - کہ وہ اسلام کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے - اس لیئے کہ اسلام نے عبادت کا جو طریقہ بتایا ہے وہ ایسا اکمل و اعلیٰ ہے کہ اس میں دل و دماغ - اور جسم کی نشو و نما کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے جو لوگ صرف جسمانی ورزش کے ہی قائل ہوں نماز اُن کے مقصد کو پورا کر دیتی ہے - اور جو دل کی پاکیزگی کے طالب ہوں نماز اُن کی غرض کو بھی پورا کر دیتی ہے - جو دماغ کی نشو و نما کے خواستگار ہوں نماز اُن کو بھی ویسی ہی خوراک بہم پہونچاتی ہے - اور جو خدا کیساتھ روحانی وصل کے طالب ہوں - نماز اُن کی تمنا کو بھی پورا کر دیتی ہے - غرضیکہ جس پہلو سے دیکھا جائے نماز کا اسلامی طریقہ نہایت ہی اکمل و احسن ہے روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس نے عبادت کا وہ احسن و اکمل طریقہ بتایا ہو - جو کہ اسلام نے بتایا ہے - اس کے متعلق الگ رسالہ شایع ہوگا - جس میں عبادت کے فلسفہ پر مفصل بحث کیجاویگی -

۲ - جس طرح رشینلسٹ نے اسلامی نماز کے متعلق خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ

ایک جسمانی ورزش ہے۔ اسی طرح وہ ماہ رمضان کے روزوں کے متعلق بھی کہتا ہے کہ وہ صحت کو درست کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے سے انسان کی صحت درست ہو جاوے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس نے ایک بڑی بھاری نعمت کو حاصل کر لیا۔ اور ریشنلسٹ کے نقطۂ خیال سے اگر روزہ کی فلاسفی صرف اسی قدر ہو تو بھی وہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ مگر جس طرح نماز کا تعلق جسم دل۔ دماغ۔ اور روح کی اصلاح سے ہے اسی طرح روزہ کا مقصد بھی۔ جسم۔ دل دماغ اور روح کی اصلاح ہے۔ جو شخص جس مقصد کی تحصیل کے لیئے روزہ رکھتا ہے۔ وہ اسکو حاصل کر سکتا ہے۔ روزہ اگر جسم کی اصلاح کے لیئے رکھا گیا ہے۔ تو ناقص رطوبات فاسدہ کے تحلیل ہو جانے سے جسم کی اصلاح ہو جائیگی۔ اگر دل ودماغ کی اصلاح کے لیئے رکھا جاتا ہے تو ابخرات فاسدہ کے زور کے کم ہو جانے سے دل ودماغ کی اصلاح ہو جائیگی۔ اور اگر روح کی اصلاح کے لیئے رکھا گیا ہے تو روزہ کے ذریعہ نفس امارہ کے مارے جانے یا کمزور ہو جانے پر نفس مطمئنہ کو تقویت ملیگی۔ اور روح مقام محمود کی طرف بڑھیگی غرضیکہ جس نیت سے جو شخص روزہ رکھتا ہے۔ اوس کو اوسکی نیت کے مطابق اُسکا پھل ملتا ہے۔ اسلام نے جس احسن طریقہ پر روزہ رکھنے کی تعلیم دی ہے دنیا کے کسی مذہب نے وہ تعلیم نہیں دی۔ اس مضمون پر بھی الگ رسالہ میں مفصل بحث کیجائے گی۔

۳۔ ریشنلسٹ قربانی کے متعلق سوال کرتا ہوا خود ہی کہتا ہے۔ کہ قربانی ایک ایسا فرض نہیں ہے۔ کہ جس کے ادا کرنے بغیر کوئی شخص مسلمان نہ کہا جا سکتا ہو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر قربانی کو مذہبی رنگت اس لیئے دی گئی ہے تا کہ ایک مسلم کے دل پر دنیا پرستی کی ہوا کا گذر تک نہ ہونے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ خدا پرستی پر دنیا کو مقدم کرے۔ اسلام نے قربانی کی تعلیم دی۔ ہر ایک وہ چیز جو انسان کو خدا کی طرف سے غافل کرنے والی ہے۔ اسلام نے کہا۔ کہ اس کو خدا کی قربانگاہ پر بھینٹ دھر دو جانوروں کی قربانی کے متعلق قرآن مجید نے یہ صاف کہا ہے کہ خدا

کو نہ اُن کا خون پہونچتا ہے۔ نہ گوشت۔ اور یہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر چونکہ بعض اقوام میں جانورو
کو ہی خدا کا مرتبہ دیکر پرستش کرنے کا طریقہ موجود تھا۔ اور موجود ہے۔ اس لئے
اسلام نے کہا۔ کہ تم ان چار ٹانگوں کے خداؤں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر ڈالو۔ تاکہ تمہیں
خدا وحدہ لاشریک کا پتہ لگے۔ قرآن مجید نے مثال کے ذریعہ اس امر کو واضح کردیا کہ جس طرح
بنی اسرائیل میں گوسالہ پرستوں کے ہاتھ سے اس گائے کو ذبح کر دیا گیا۔ جس کی کہ
انہوں نے پرستش شروع کر دی تھی۔ اسلام جانوروں کی قربانی کا مسئلہ جانور پرستوں کی
غیرت کے لئے ایک زندہ پروٹسٹ موجود ہے اور یہ نہایت ضروری مسئلہ ہے جانور
پرستی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اس مسئلہ پر نہایت شد و مد سے عمل ہونا چاہئے

۷۔ رشنلسٹ کہتا ہے۔ کہ حج کے معنی سیر و سیاحت سے زیادہ اور کچھ نہیں ہیں
اچھا اگر یہ سیر و سیاحت ہی ہے۔ تو بھی یہ ایک نہایت ضروری مسئلہ ہے۔ آج کل
تو سیر و سیاحت پر تہذیب دنیا کروڑہا روپیہ خرچ کر رہی ہے مگر اس سیر و سیاحت میں۔
سوائے آنکھوں کی سیری کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی
زیارت کرنے اور ایک باقاعدہ طریقہ پر حج کرنے سے آنکھوں کی ضرورت بھی پوری
ہو جاتی ہے اس سے بڑھ کر انسان پر روحانی رقت طاری ہوتی ہے جو اس کو ان
ارواح مقدسہ کے زیادہ نزدیک کر دیتی ہے۔ جنہوں نے صفحہ عالم پر تجلیات الٰہی کو
جذب کر کے روحانیت کا دریا بہا دیا۔ انسان کی روح جو دنیا پرستی کے نشے میں
مخمور ہوتی ہے۔ اب وہ خدا کی طرف گامزن ہوتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان ہی دو مقامات
میں کیا خصوصیت ہے جو ان کی ہی زیارت کی جائے۔ دیگر مقامات کی جو دوسرے مذاہب
کے نزدیک مقدس ہوں زیارت کیوں نہ کی جاوے۔ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے
کہ ان مقامات نے جس مصلح و مدبر کو پیدا کیا ہے۔ اس کا مثل زمین کے کسی طبقہ نے پیدا
نہیں کیا۔ اگر زمین کے کسی دوسرے مقام پر اس کا مثل پیدا ہوا ہوتا۔ تو مسلم دنیا کو
اس مقام کا حج کرنے کی بھی تاکید کیجاتی۔ مگر دنیا بھر کے کسی دوسرے مقام پر اس اسوہ
حسنہ کی مثال نہیں ملتی۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ؎

۵۔ زکوٰۃ کے متعلق رشنلسٹ کا یہ خیال کہ اس کے ذریعہ محتاجوں اور غریبوں کی مدد کی جاوے بالکل درست ہے۔ نہ صرف غریبوں اور محتاجوں کی مدد بلکہ دیگر تمام قومی کاموں میں مدد ہو جانے کے لیئے زکوٰۃ کا صیغہ بطور سرچشمہ کے کام کرتا ہے بشرطیکہ مسلم قوم کا اس پر عمل ہو۔

گیارھویں فصل

(ڈاڑھی مونچھ اور کھان پان)

رشنلسٹ کا چوتھا سوال ڈاڑھی مونچھ اور کھان پان کے متعلق ہے۔ اسکو معلوم ہونا چاہیے کہ اسلامی وسعت داڑھی مونچھ کے بالوں کی لمبائی کے ساتھ نہیں ناپی جاسکتی اور نہ ہی یہ ایسا مسئلہ ہے۔ کہ جس پر عمل کرنے سے کوئی شخص مسلمان اور عمل نہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہو۔ ہاں دینوی نقطہ خیال سے ڈاڑھی کا لمبا چوڑا ہونا بزرگی اور تقدس کی علامت ہے۔

۲۔ رشنلسٹ کھان پان کے مسئلہ کو حفظ صحت کے اصولوں یا اپنی ذاتی رغبت و نفرت کی بنا پر حل کرتا ہے۔ یہ بالکل درست ہے مگر اس میں روحانی پہلو کا اور اضافہ ہو جانا چاہیئے۔ اسلام نے جن چیزوں کے کھانے پینے سے منع کیا ہے انمیں حفظ صحت کے سوال کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یا روحانی پہلو کو شراب نوشی۔ مردار سوئر کا گوشت وغیرہ اشیاء کو حرام قرار دینے میں حفظ صحت اور روحانیت کے دونوں پہلو مدنظر رکھے گئے ہیں۔ اسی بنا پر وہ قومیں جو کسی زمانہ میں ان چیزوں کا کثرت سے استعمال کرتی تھیں۔ تجربہ اور مشاہدہ نے ان کو مجبور کیا۔ کہ وہ ان اشیاء کا استعمال تو قطعاً ترک کر دیں۔ یا کم کر دیں۔ آگے چل کر رشنلسٹ ذبیحہ اور جھٹکے کے سوال کو پیش کر کے اس کو تجارتی یا قومی یا پولیٹیکل سوال بتلاتا ہے۔ اگر اس کو تجارتی یا قومی یا پولیٹیکل سوال ہی تسلیم کیا جاوے۔ تو ایسے ملک میں جہاں مسلم قوم دیگر

اقوام کے مقابلہ میں بہت ہی کمزور ہو۔ مسلم قوم کی ہستی کو قایم رکھنے کے لئے ذبیحہ کے مسئلہ پر بڑی سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر یہ محض تجارتی مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ حفظ صحت اور روحانیت کے احوال کو بھی لئے ہوئے ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ ہندو لوگ مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اس میں قصور ہندوؤں کا ہے۔ کیونکہ ہندو صرف اُن ہی مسلمانوں سے کھان پان کے بارے میں نفرت نہیں کرتے جو کہ گائے کا گوشت استعمال کرتے ہوں۔ بلکہ وہ اِن مسلمانوں سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ جو گائے کا گوشت استعمال نہیں کرتے۔ مثلاً کشمیر۔ گوالیار بڑودہ جیسے اور غیرہ ہندو۔ ریاستوں میں جہاں ذبیحۃ البقرہ کی اجازت نہیں ہے۔ اور جہاں کے مسلمان اس گوشت کے استعمال کا کوئی موقعہ ہی نہیں پاسکتے وہاں پر بھی ہندو لوگ مسلمانوں سے کھان پان کے بارہ میں نفرت کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو لوگ جو مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں وہ گائے کے گوشت کے استعمال کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وجہ ہندوؤں کا اپنا دھرم ہے۔ جو ان کو آپس میں اور دیگر اقوام سے بھی چھوت چھات کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر اسلام نے نہ تو ہندوؤں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے سے روکا ہے۔ بشرطیکہ وہ کھانا طیب ہو۔ طیب سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظ صحت اور روحانیت کے دونوں کے برخلاف نہ ہو۔ یا ایک لفظ میں وہ حرام چیز نہ ہو پس اسلام کی طرف جو حرام و حلال کی شرط لگائی گئی ہے۔ وہ مسلمانوں کو ہندوؤں یا عیسائیوں کے ساتھ چھوت چھات کرنے کی تعلیم نہیں دیتی۔ بلکہ اس شرط پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بھی ایک مسلم ہندو یا عیسائی کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھاسکتا ہے۔ ایسے واقعات اور حالات کی موجودگی میں اگر اس ملک میں بقول رشی سنت ہندو مسلمانوں میں کھان پان کے بارے میں نفاق ہے۔ تو اس جواب دہ اور ذمہ دار ہندو ہیں۔ نہ کہ مسلمان :-

---

بارھویں فصل

مُردہ بدستِ زندہ

رشنلسٹ کا پانچواں اور آخری سوال مردہ کو دبانے یا جلانے کے متعلق ہے۔ مردہ کو دبانے یا جلانے کے متعلق وہ کہتا ہے کہ:-

"ایک رشنلسٹ اس کو مذہبی رنگت میں حل نہیں کرے گا بلکہ حالات کے مطابق حل کرے گا۔ وہ اس بات پر زور نہیں دیگا کہ اگر مردہ کو جلانے کی بجائے دبا دیا جاوے یا دبانے کی بجائے جلا دیا جائے۔ تو وہ جہنم میں چلا جاوے گا بلکہ ایک رشنلسٹ یہ فیصلہ دے گا۔ کہ اگر ایک شخص تختہ جہاز پر۔ جبکہ جہاز۔ ایک وسیع سمندر میں جا رہا ہو۔ مر جائے۔ تو اس کی لاش کو فوراً سمندر میں پھینک دینا چاہیے۔ اگر ایک شخص قطب شمالی یا جنوبی میں مر جائے تو اس کی لاش کو برف کے نیچے دبا دینا چاہیے۔ اسی طرح اگر ایک شخص عرب یا افریقہ کے ایسے ریگستانوں میں مر جاتا ہے۔ جہاں نہ پانی ہو نہ لکڑی تو اس کو ریت میں ہی دبا دینا مناسب ہے" صفحہ ۷۵

لاش کو اس کی آخری منزل پر پہونچانے کے یہ تینوں طریقے رشنلسٹ پیش کرتا ہے وہ بالکل معقول ہیں۔ اس لئے کہ ان تمام طریقوں میں قدرت کے پرفیض خزانہ سے مدد لی جاتی ہے۔ اور انسان پر کسی قسم کا بوجھ نہیں پڑتا۔ مگر آگے چل کر رشنلسٹ کہتا ہے کہ:-

"اگر ایک شخص کسی ایسی جگہ مر جاتا ہے۔ جہاں پر کہ لکڑی بکثرت موجود ہے یا مردہ کو جلانیکا کوئی اور طریقہ ایجاد ہو چکا ہے۔ تو اس کو جلا دینا چاہیے کیونکہ کسی ایسے ملک میں جہاں آبادی دن بدن بڑھ رہی ہو۔ اور جہاں لکڑی بھی بکثرت موجود ہو وہاں پر زمین کو زندہ انسانوں کے قبضے سے نکال کر مردوں کے حوالہ کرتے جانا کوئی معقول بات نہیں ہے۔ صفحہ ۵۸"

مردہ کو ٹھکانے لگانے کے لیئے اس کو جلا دینے کا بھی طریقہ جاری ہے لیکن یہ ایک
ایسا طریقہ ہے۔ جو قدرتی نہیں ہے۔ اس لیے یہ مہنگا ہونے کے علاوہ مضر بھی ہے۔
مردہ کو جلانے میں جس قدر روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اس قدر دبانے میں نہیں لگتا دبا دینے میں
جس عزت اور احترام کیساتھ اُس کو ٹھکانے لگایا جاتا ہے جلانے میں وہ احترام نہیں ہو سکتا
دبانے میں زمین کی قوت جاذبہ اُسکی تمام رطوبات کو اندر ہی اندر جذب کر کے اس کو ٹھکانے
لگا دیتی ہے۔ جلانے میں اس کی بدبو سے ہوا خراب ہوتی ہے۔ دبانے میں زمین کی زرخیزی
میں مدد ملتی ہے جلانے میں راکھ کے ذریعہ زمین زرخیز نہیں بلکہ شور یا بنجر بنتی ہے۔ دبانے
میں ہڈیوں کا چونا پوٹاش اور فاسفورس وغیرہ زمین کا جزبن جاتے ہیں۔ اور ایسی زمین میں سے
جو پانی نیچے ہی نیچے بہتا ہوا دوسری جگہ نکلتا ہے وہ چونے میں فلٹر ہو کر اور فاسفورس اور
پوٹاش کے اثر کو ساتھ لیے ہوئے نکلتا ہے۔ لائم فاسفورس اور پوٹاش وغیرہ صحت کیلئے
ضروری چیزیں ہیں۔ مگر مردہ کو جلا دینے میں زمین کی اندرونی " ان قیمتی چیزوں سے محروم
رہ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ہوشیارپور شہر کی باؤلیوں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہوشیارپور
کا قبرستان نہایت ہی وسیع اور سرسبز ہے۔ پنجاب بھر میں شاید ہی کسی جگہ کا قبرستان
ایسا شاداب ہو۔ وہاں ہندو اور مسلمانوں کی باؤلیاں یا نہانے کے تالاب بنے
ہوئے ہیں جن میں زمین کے نیچے سے پانی اُبلتا ہوا نکلتا ہے۔ ہندوؤں کی جو باؤلیاں
ہیں۔ اُن کا پانی نہایت میلا اور صحت کے لیئے مضر ہے۔ مگر مسلمانوں کی جو باؤلیاں
ہیں۔ اُنکا پانی نہایت شفاف اور ہاضمہ کے حق میں اکسیر ہے۔ اس کی زیادہ تر وجہ
یہی ہے کہ مسلمانوں کی باؤلیوں میں جو پانی آتا ہے وہ قبرستان کی زمین کی بہت نچلی
تہہ میں سے لائم۔ پوٹاش اور فاسفورس میں فلٹر ہوتا ہوا آتا ہے۔ ہندوؤں کی باؤلیوں
میں جو پانی آتا ہے۔ اس کے راستے میں اس قسم کا کوئی فلٹر نہیں ہے۔ یہ تو عام بات ہے
کہ قبرستان کے اندر جو کنواں کھودا جاتا ہے۔ اگر اس کا پانی برابر نکلتا ہے۔ تو وہ دوسرے
کنوؤں کی نسبت صحت کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ دریائے گنگا کا پانی دوسرے
دریاؤں کے پانی کی نسبت جو اچھا ہے۔ اس کی دیگر وجوہات میں سے ایک وجہ

یہ بھی ہے کہ اس میں مردوں کی ہڈیاں کثرت سے ڈالی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان جلی ہوئی ہڈیوں میں لائم پوٹاش اور فاسفورس کی مقدار برائے نام رہ جاتی ہے۔ مگر پھر بھی مردوں کی ہڈیاں اپنا اثر پانی پر ڈالتی ہیں۔ جہاں قبرستان کے اندر لایم۔ پوٹاش اور فاسفورس کا ایک ذرہ بھی ضایع نہ ہوتا ہو۔ وہاں پانی کے طاقتور اور صاف اور صحت کے لیے مفید ہونے میں جو مدد ملیگی۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مردہ کو دبانے سے ایک بڑی بھاری بات قومی احساس کا زندہ رہنا اور نشو ونما پانا ہے۔ جن قوموں میں مردہ کو دبانے کی رسم بہترین طریقہ میں موجود ہے۔ ان ہی قوموں میں قومی احساس بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ ان کے مرحوم قومی لیڈروں یا بزرگوں کی نشانی ہمیشہ ان کے سامنے موجود رہتی ہے فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ زندگی کی حالت میں وہ بیدار تھا۔ اور اب وہ قوم کے سامنے خواب کی حالت میں سو رہے ہوتے ہیں۔ ایسے بزرگوں کی قبر پر سے جب گذرا جاتا ہے۔ تو ایک دفعہ وہی ولولہ اور جوشش یا رقت طبیعت میں پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ اس وقت پیدا ہوتے تھے جبکہ وہ بزرگ اس قوم کے درمیان زندہ حالت میں وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے قومی جوشش کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لیے قبرستان ایک بہترین ذریعہ بلکہ اعلیٰ درجہ کا لٹریچر ہیں۔ اس کے برعکس جن قومون میں مردہ جلانے کا طریقہ جاری ہے ان میں قومی احساس بھی جل جاتے ہیں۔ اور وہ قوم مردہ بنتی چلی جاتی ہے۔ اسکی بڑی بھاری مثالیں ایک طرف تو یورپ کی اقوام اور مسلم قوم ہیں۔ جو اپنے مرحوم بزرگوں کی لاش کو قبرستان میں محفوظ رکھتی اور ان سے وقتاً فوقتاً جوش عبرت اور سبق حاصل کرتی ہیں۔ دوسری طرف ہندو قوم ہے۔ جن کے بزرگوں کی کوئی نشانی سوائے کاغذی حروف کے ان کے پاس موجود نہیں ہے اور دونوں اقوام میں قومی روح کی جو حالت ہے۔ اس کا فرق بیّن موجود ہے۔ کسی قومی لیڈر یا بزرگ کے کارناموں یا اس کے پیدا کردہ لٹریچر کے پڑھنے سے طبیعت میں وہ جوشش۔ ولولہ۔ اُمنگ۔ رقت اور عبرت پیدا نہیں ہوتے۔ جتنے کہ صرف۔

ڈھونڈنے لگے جیسے اس کی قبر کے پاس جا کر کھڑا ہو جانے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ قومی لیڈروں یا بزرگوں کی قبریں قوم کے ہاتھ میں زندہ لٹریچر ہوتا ہے وہ قوم نامراد اور بدنصیب ہے۔ جو اس زندہ لٹریچر سے محروم ہو۔ مردہ کو جلانے میں جس قدر دیگر نقصانات ہیں ان سب سے بھاری نقصان اس زندہ قومی لٹریچر کا جل جانا ہے۔ جس کو کوئی معقول پسند قوم گوارا اور پسند نہیں کر سکتی رہا یہ سوال کہ قبرستان کی وجہ سے زمین زندوں کے ہاتھ سے نکل کر مردوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ یہ خیال نہایت ہی کمزور ہے۔ اس لیے کہ مردہ کو دبانے کے لیے ڈیڑھ گز زمین سے زیادہ نہیں رکتی لیکن زمین کے اس تھوڑے سے رک جانیکے بدلے میں جس قدر دوسرے فوائد قوم کو پہونچتے ہیں وہ بہت زیادہ ہوتے ہیں اور زمین اس قدر وسیع ہے کہ زمانہ قدیم سے یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ اور امریکہ کے مردے اس میں دفن ہوتے چلے آتے ہیں مگر وہ پھر بھی ویسے کی ویسی ہی کشادہ پڑی ہے۔ صفحہ ۵۳ سے لیکر صفحہ ۵۶ کے آخیر تک۔ رشنلسٹ نے جو اقتباسات ایک اہل قرآن کی تفسیر کے دیئے ہیں۔ وہ مسئلہ زیر بحث یعنی مردہ کو دبانے یا جلانے سے چنداں تعلق نہیں رکھتے۔ نہ ہی اسلام یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ مردہ کو اگر دبا دیا جائے تو اس کی روح ضرور بہشت میں جائیگی اگر بہشت یا دوزخ کا فیصلہ مردہ کو دبانے یا جلانے پر منحصر ہوتا تو پھر جھگڑا کاہے کا رہتا۔ رہا یہ سوال کہ مرنے کے بعد روح کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور وہ جسم سے کیونکر علیحدہ ہو کر کہاں جاتی اور اس کی شکل صورت کیا بنتی ہے۔ اسکے متعلق مفصل بحث فتوح البرہان میں کی جا چکی ہے۔ جو پسند کرے۔ اس کا مطالعہ کر سکتا ہے ؎

تیرہویں فصل

ضروری کلمات

رشنلسٹ رسالت قرآن مجید۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ قربانی۔ ڈاڑھی مونچھ کھان پان۔ کفن دفن کے متعلق جس قدر اعتراضات کر سکتا تھا۔ اُس نے کر ڈالے اور

اگر بغور دیکھا وے تو اُس نے اسلام کے تمام مسائل کو چھان ڈالا مگر اُس کے تمام اعتراضات زیادہ تر معقولی رنگت میں تھے چنانچہ اسی رنگت میں اِن کے جواب بھی دے گئے۔ اب وہ ایک منقولی مسئلہ پیش کرتا ہے۔ جو احادیث سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ چونکہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ کہا ہے۔ کہ جو شخص (لا الہ الا اللہ) کا قائل ہو وہ بہشت میں جائے گا۔ اس لیئے اب رسالت کے ماننے کی کوئی ضرورت ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر ریشنلسٹ صدق دل سے اس بات کو سچ مانتا ہے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت میں جانے کے متعلق کہا ہے۔ وہ درست ہے۔ اور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق تھے تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بھی تسلیم کر لیا اس لیے کہ وہی صادق وامین یہ بھی کہہ رہا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اب کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جب ریشنلسٹ آپ کو صادق وامین تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ مذکورہ بالا حدیث کو کھلے الفاظ میں آں حضرت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تو پھر وہ رسالت کے متعلق آپ کے دعوی پر شک کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر وہ آپکی رسالت کے دعویٰ پر شک کرتا ہے۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ آپ کی صداقت پر شک نہیں لاتا۔ اس لیے آپ کی رسالت کا دعوے بھی سچ ثابت ہو گیا۔

۲۔ آگے چل کر ریشنلسٹ اعمال کے بارے میں ایک اور حدیث پیش کر کے نتیجہ نکالتا ہے کہ چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت میں جانے کے لیے اعمال کو لازمی شرط قرار نہیں دیا۔ اس لیے اسلامی طریقہ پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہی؟ اسلام نے جن اعمال کی تعلیم دی ہے۔ اس پر بحث ہو چکی ہے۔ اب یہ اعمال کیا ہیں؟ ہم نے کہا۔ کہ بہشت میں داخلہ کا ٹکٹ ہیں۔ اور ریشنلسٹ بھی یہی کہتا چلا آرہا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص ریلوے کا ٹکٹ خرید بھی لے۔ تب بھی اس کو ریل پر سوار ہونے کے لیے ریل کے ملازمین سے اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے جو کہ اس کے ٹکٹ کا بغور ملاحظہ کرتے ہیں اور ریل کے حاکم کو ہر ایک حق حاصل ہے۔ کہ باوجود ٹکٹ رکھنے کے وہ جس شخص کو چاہے ریل پر چڑھنے سے روک دے۔ کیا جب دنیا میں ایک معمولی سے معاملہ میں

ایسا دیکھا جاتا ہے تو خدا کو اپنا اختیار بھی حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ کسی شخص کو بہشت میں داخل کرنے سے پیشتر اس کا ٹکٹ بشکل اعمال صالح دیکھے اور باوجود ٹکٹ رکھنے کے وہ جس شخص کو چاہے۔ بہشت میں جانے دے۔ اور جس کو چاہے بہشت میں جانے سے روک دے۔ ہاں اُنکو یہ حق حاصل ہے۔ اس لیے یہ صداقت کہ کسی شخص کو اپنے اعمال پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے اور یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ چونکہ وہ اچھے عمل کر رہا ہے۔ اس لیئے وہ ضرور بہشت میں چلا جائیگا بالکل برحق ہے۔ اعمال صالح کرتے ہوئے بھی ہمیں خدا کے فضل و رحم پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ رشنلسٹ کہتا ہے۔ کہ وہ کوئی نیک کام کسی ڈر۔ مزدوری یا لالچ کو لیکر کرنیکو سیلف ریسپکٹ کی ہتک تصور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں نیک کام اسلیئے کرنیکی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے کرنے سے بہشت ملتا ہے۔ بلکہ اس لیئے کرنیکی ضرورت ہے کیونکہ وہ بذاتہٖ نیک کام ہیں۔ اور کہ بُرے کاموں سے بچنا ہمیں اس لیئے ضروری ہے۔ کہ اگر ہم بُرے کام کرینگے۔ تو دوزخ میں جائینگے۔ نہیں۔ بلکہ ہمیں بُرے کام کرنے سے اس لیئے بچنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ بذاتہٖ بُرے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ :-

"وہ ایک بیگاری کی نسبت ایک مزدور کو زیادہ خوش قسمت سمجھتا ہے جو کسی ڈر یا عذاب سے متحرک ہو کر نہیں۔ بلکہ اپنی خوشی سے دن بھر مزدوری کرتا اور شام کو اپنی مزدوری کا پھل حاصل کر کے میٹھی نیند سو جاتا ہے لیکن ایک رشنلسٹ کی پوزیشن بیگاری اور مزدور دونوں سے ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ وہ علم و عقل کی بنا پر کسی کام کو بطور ایک فرض کے پورا کرتا ہے۔ اور وہ غرض کی ادائیگی میں کسی قسم کے صلے۔ مزدوری۔ ثواب یا انعام کی اُمید نہیں رکھتا۔ جبکہ دوسرا شخص ثواب و عذاب یا ترغیب و تحریص کی مدد سے بطور ایک لدو جانور کے بوجھ اُٹھاتا ہے صفحہ ۱۶۔"

رشنلسٹ کا مذکورہ بالا خیال بالکل درست ہے۔ اور بہت اعلیٰ ہے۔ مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ جو ایک فرض کو بطور فرض کے ادا کرتے ہوں۔ اور وہ کسی

قسم کی صلہ کی امید نہ رکھتے ہوں۔ ورنہ زیادہ تعداد دنیا میں ایسے ہی لوگوں کی ہے جو محض صلہ اور ثواب کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں اور بغور دیکھا جاوے تو دنیا میں ایسا شخص کون ہے جو کسی قسم کے صلہ کی امید رکھنے کے بغیر ہی کوئی حرکت کر رہا ہو۔ اگر اس حرکت کا اس کے نزدیک کوئی صلہ یا نتیجہ نہیں ہے۔ تو وہ فعل عبث ہے۔ اور اگر کوئی نتیجہ ہے۔ تو سمجھو کہ صلہ ہے۔ ریشنلسٹ بھی اگر کسی فرض کو فرض کی بنا پر ہی پورا کرتا ہے تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور ہوگا۔ اگر اس کی کسی حرکت یا فعل کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ تو وہ فعل عبث ہے۔ اور ریشنلسٹ کوئی فعل عبث کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ ریشنلسٹ اسی بات کو طالب علم کی مثال سے واضح کرتا ہے۔ یعنی ایک تو وہ طالب علم جو مٹھائی کے لالچ یا ڈر کے مارے سکول جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو علم کے فوائد سے بخوبی واقف ہونیکی وجہ سے تحصیل علم کی خاطر خود بخود بڑے شوق سے سکول میں جاتا ہے پہلا طالب علم نادان بچہ ہے۔ جو علم کے فوائد سے ناواقف ہے۔ دوسرا طالب علم عاقل ہے۔ جو علم کے فوائد سے واقف ہوچکا ہے۔ پہلی مثال ایک مذہبی مقلد کی ہے۔ دوسری مثال ریشنلسٹ کی ہے۔ مگر دونوں کا مدعا تحصیل علم ہی ہر ایک خاص عرصہ کے بعد دونوں کو ڈگری مل جاتی ہے۔ ایک نے لالچ یا ڈر سے ڈگری حاصل کرنے میں کامیابی دیکھی۔ دوسرے نے محض علم کے فوائد سے واقف ہونیکی وجہ سے تحصیل علم میں کامیابی کا منہ دیکھا۔ فہو المراد ؀

۴۔ آگے چل کر ریشنلسٹ کہتا ہے کہ :۔

"اگر وہ پروہت کلاس اس لاٹھی کے ساتھ جس سے کہ وہ جاہلوں کے جم غفیر کو بطور ریوڑ جانوروں کے ہانک رہی ہے۔ ایک ریشنلسٹ کو بھی ہانکنا چاہے۔ تو صرف یہی نہیں۔ کہ ریشنلسٹ اسکو اپنی ہتک تصور کریگا۔ بلکہ وہ اس لاٹھی کو توڑ ڈالنے کی کوشش کریگا۔ ریشنل دنیا کی ریشنلسٹوں اور مذہبی دنیا کے پروہتوں میں اگر کبھی کشمکش ہوتی ہو۔ تو صرف اس بات کو لیکر ہوتی ہے۔ کہ ریشنلسٹ انسانوں کو

علم و عقل تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر ذہنی اور روحانی آزادی دینے کے حق میں ہے۔ مگر پروہت کلاس اِن کو بہشت اور دوزخ۔ ثواب و عذاب یا آواگون کی لاٹھی سے بطور لدو جانوروں کے استعمال کرنا چاہتی ہے صفحہ ۴۲"

رشینلسٹ کا مذکورہ بالا خیال بالکل درست ہے اور کہ پروہت کلاس کی طرف سے اس پہلو میں جو غلطی ہو رہی ہے اور وہ عرصہ دراز سے ہوتی چلی آرہی ہے وہ سخت قابلِ افسوس ہے پروہت کلاس کی اس غلطی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ مذہبی دنیا میں جنگ و جدل ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ پروہت کلاس نے ہی مذہب اور سائینس کو آپس میں ٹکرا دیا۔ حالانکہ سائینس سے بڑھ کر مذہب کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ بلکہ اگر بغور دیکھا جاوے تو اسلام سر سے پاؤں تک سائینس ہے۔ سائینس کے معنے کیا ہیں؟ اور اوس کا مدعا کیا ہے؟ علم و عقل دلائل و براہین۔ تجربہ و مشاہدہ اور واقعات کی بنا پر کوئی نتیجہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہی سائینس ہے۔ اسلام کا وہ کون سا مسئلہ ہے۔ جو علم و عقل دلائل و براہین۔ تجربات و مشاہدات کے برخلاف ہو۔ اور اسلام کا وہ کونسا مسئلہ ہے۔ جس کی واقعات نے تصدیق نہ کر دی ہو؟ حیف ہے اُن مُلّا لوگوں پر۔ جو اسلام کو جہالت کا مترادف بنا کر "مذہب میں عقل کو دخل نہیں ہے" کی رٹ لگاتے اور دنیا کو اس صراط مستقیم سے گمراہ کرتے ہوں۔

۵۔ رشینلسٹ اسلام کے متعلق اپنے تمام اعتراضات پیش کر کے اس فقرہ پر جا کر قلم رکھ دیتا ہے کہ :-

"قصہ مختصر یہ کہ اگر اسلام رشینلزم ہے تو میں مسلمان ہوں۔ لیکن اگر اسلام باطل پرستی ہے۔ تو میں مسلمان نہیں ہوں۔ صفحہ ۶۴"

ہم کہتے ہیں۔ کہ اسلام صرف یہی نہیں۔ کہ رشینلزم کی تعلیم دیتا ہے بلکہ رشینلزم جس بلندی پر پہونچکر رک جاتا ہے۔ اسلام اس سے بھی آگے کی خبر دیتا ہے۔ رشینلزم اسلام کا جز ہے۔ مگر رشینلزم ہی اسلام نہیں ہے اسلئے کہ رشینلزم دائرہ صغیرہ اسلام کے دائرہ کبیرہ کے اندر موجود ہے مگر اسلام کا دائرہ رشینلزم سے زیادہ وسیع ہے۔

گذشتہ مضمون میں قدم قدم پر اِس بات کو واضح کیا جا چکا ہے کہ جس نظر سے ایک
رشنلسٹ اِسلام کے کسی مسئلہ کو دیکھتا ہے۔ مسلم اس کی کماحقہٗ قدر کرتا ہوا اُسکی
نظر کو بھی زیادہ وسیع بنانے میں مددگار ہوتا ہے۔ رشنلزم ایک بچہ ہے جو اپنے
پاؤں پر کھڑا ہونے اور چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اِسلام اُس کی اُنگلی پکڑ کر اُسکو
اس کے ہی پاؤں پر کھڑا ہونے اور چلنے میں مدد دیتا ہے۔ رشنلزم اسلام کے
لیے راستہ صاف کرنے والا ہے۔ جس شخص نے علم و عقل۔ دلیل۔ و برہان تجربہ
و مشاہدہ کی مدد سے مذہبی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ یعنی رشنلسٹ بن
گیا اس کے لیے سوائے اِسلام کے دنیا کا کوئی دوسرا مذہب تسلی دہندہ نہیں ہو سکتا
مگر اِسلام سے مراد "ملازم" نہیں ہے۔ بلکہ وہ عالمگیر اصول مراد ہیں۔ جنکی کہ قرآن
مجید نے تعلیم دی ہے۔ اور وہ اصول ایسے اعلیٰ ہیں کہ مذہبی دنیا کا ایک وسیع حصہ اُن
کے سامنے سر جھکا چکا ہے۔ اور جو باقی ہے۔ وہ اُن کی طرف دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہے
اِسلام کے یہ اعلیٰ مگر سیدھے سادھے اصول نہایت ہی دلکش ہیں۔ اِن کو دیکھ کر
اِسلام کے لیے قدرتاً دل میں محبت جوش زن ہوتی ہے۔ مگر اِسلام کا جو نقشہ
"ملازم" کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ نہایت بھدا اور بدصورت ہے۔ اِس نقشہ کو
دیکھ کر "کافر" تو کیا مسلمان ہوگا۔ بہت سے مسلمان "کافر" بن گئے۔ اور بنائے
جا رہے ہیں۔ جن خدا کے بندوں کے پاس اِسلام کا حقیقی نور تھا۔ انہوں نے دنیا
میں اِسلام کو پھیلایا اور کافروں کو مسلمان بنایا۔ مگر جن کے پاس اِسلام کا یہ حقیقی
نور نہیں ہے۔ وہ اب کافروں کو مسلمان بنانے کی بجائے مسلمانوں کو ہی آئے دن
"کافر" بنا رہے ہیں۔ اسلام۔ اور "ملازم" میں جو فرق ہے۔ وہ ظاہر ہے۔
یعنی اِسلام کافروں کو مسلمان بناتا ہے مگر "ملازم" مسلمانوں کو کافر بناتا ہے۔
ایک نور ہے۔ دوسرا تاریکی ہے۔ ہم نے اِس تاریکی کو ہی اِسلام سمجھا۔ اور ہم
اُس کے منکر ہو گئے۔ مگر خدا نے ہمیں اپنی قدرت کاملہ سے اپنے نور کی طرف
ہدایت کی اور ہمارے دل کو اِسلام کے نور سے منور کیا اور اُس نے ہمیں سمجھایا۔

کہ اسلام اور چیز ہے ,, ملازم ،، کچھ اور چیز ہے اسلام حق ہے ,, ملازم ،، باطل ہے
حق کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ ہم نے باطل کو چھوڑا۔ اور حق کو اختیار کیا۔
ہم نے دنیا کے تقریبًا تمام مذاہب کا مطالعہ کیا مگر اُن میں سے سوائے اسلام
کے ایک کو بھی ایسا نہ پایا۔ جو ہمارے مطالبات کا جواب دے سکتا۔ اگر ہماری
مطالبات کو پورا کیا تو فقط اسلام نے یہ مطالبات کیا تھے۔ ہم نے اُن کا مفصل
ذکر ,, فتوح الفرقان ،، کی دو جلدوں میں قلم بند کر دیا ہے۔ تاکہ یہ ایک شہادت ہو
خدا ہمیں اور دیگر تمام مسلمانوں کو اسلام کے اِس نور سے زیادہ بہرہ اندوز کرے
اور یہ الٰہی نور کفر کی تاریکی کو صفحۂ ہستی سے دور کرتا چلا جاوے آمین +،،

(غازی محمود دھرم پال)

تمت بالخیر۔